مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ہماری زبان کے کہنہ اہل قلم ہین انکا مشورہ اور نگرانی اسکی اشاعت مین شامل ہو، رسالہ کے سرورق نے کتاب کی لوح کی حیثیت پیدا کرلی ہے، قیمت لکھی نہین یہ بھی نہین معلوم ماہوار ہے یا ہفتہ وار، پتہ: سنٹرل پبلشنگ ہوس لاہور،

شعلہ، یہ ماہوار رسالہ پہلے دلی سے نکلتا تھا، یہان صرصرِ حوادث سے بجھکر اب حیدرآباد مین جاکر چمکاہے، ۵۰ صفحہ کی چھوٹی تقطیع پر متوسط درجہ کی لکھائی چھپائی کے ساتھ اسکا پہلا نمبر شایع ہوا ہے، رسالہ علمی ادبی اور دینی ہے، لیکن مضامین کے لحاظ سے ابھی کوشش کا محتاج ہے، قیمت سے رسالانہ،

ہدایت الاسلام، مولانا حقانی مرحوم کی زیر ادارت یہ رسالہ پہلے بھی انجمن ہدایۃ الاسلام دہلی کی طرف سے شایع ہوتا تھا انکی وفات سے پہلے ہی یہ مرگیا تھا، اب پھر اسی پرانے نام سے زندہ ہوا ہے لیکن معنوی زندگی نے ابھی قوت نہین پائی ہے، یہ ہدایۃ الاسلام کا بدستور موذن ہے، پہلے صرف مناظرات اور مذہبی مضامین ہوتے تھے جو قابلیت سے لکھے جاتے تھے اب اُس کے موضوع مین، گو وسعت ہوگئی ہے لیکن تحقیق وتلاش مین تنگی آگئی ہے، انجمن مذکور کے قدرشناس اسکی اعانت فرمائین گے تو امید ہے کہ رفتہ رفتہ یہ اپنی پہلی سطح پھر حاصل کرلیگا، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، قیمت ہے، ضخامت ۴۰ صفحہ، پتہ: دفتر ہدایت الاسلام، بلی ماران، دہلی،

مغلیہ گزٹ، فرقہ وار انجمنون اور رسالون کا پنجاب مین جو تعدد ہے، یہ رسالہ بھی اُسی اثر کا نتیجہ ہے، مغل قوم کا یہ نقیب اور چاوش ہے، زیادہ تر مضامین مغل قوم کی تاریخ ومفاخر اور اصلاحات کے متعلق ہین، مغل تلوار کے دھنی تھے اب انھون نے قلم پکڑا ہے، اسکے ۲ یا ۳ نمبر نظر سے گذرے ہین، لیکن نظم ونثر دونون مین خامی اور نوآموزی کی جھلک نمایان ہے، ہندوستان کے مغل اگر اس رسالہ کی سرپرستی مین کوشش کرین تو امید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ اس میدان مین بھی زور وقوت حاصل کرلین گے، قیمت ۲ ضخامت ۴۰ صفحہ، پتہ: کوچہ میرن شاہ ٹکسالی لاہور،

مجلد سوم | ماہ صفر سنہ ۳۷ھ مطابق نومبر سنہ ۱۸ء | عدد پنجم

مضامین

شذرات

از

مولانا عبد السلام ندوی

نہایت افسوس ہی کہ علی گڈھ کالج کے آنریری سکریٹری نواب حاجی محمد اسحاق خان بہادر نے پچھلے مہینے دل کی حرکت بند ہوجانے سے دفعتہً انتقال کیا، مرحوم مختلف خوبیون کے بزرگ تھے اسلئے قوم مین مختلف حیثیتون سے انکا ماتم کیا جا رہا ہے، ہم بحیثیت ایک علم دوست بزرگ کے انکی موت پر آنسو بہاتے ہین،

۷۔ نومبر ۱۹۱۸ء کو علی گڈھ کالج کے ایک نوجوان فرزند کا داغ مفارقت بھی ہمین اٹھانا پڑا یعنی ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری نے بھوپال مین انتقال کیا، مرحوم نہایت علم دوست شخص تھے حال ہی مین جب ہم بھوپال گئے تھے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی، اور انھون نے شعر الہند کے متعلق ہمین مفید مشورے دیے تھے،

خدا کا شکر ہی کہ یہ جانسوز جنگ ختم ہوگئی، دنیا کے تمام کاروبار کے ساتھ علوم وفنون کی گرم بازاری پر بھی اسکا نہایت مضر اثر پڑتا تھا اسلئے ہم خصوصیت کے ساتھ اس خونریزی کے انسداد پر مسرور ہین،

ہم جس گورنمنٹ کے زیر سایہ امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہین، اسکے حدود سلطنت مین فتح کا جو نقارہ بج رہا ہی، ہم بھی اپنی مبارکباد کی صدا کو اسمین شامل کرتے ہین،

مقالات

مسلمانون کے عہد حکومت مین ہندوؤن کی علمی و تعلیمی ترقی

(۷)

ہندو علماے علوم عقلیہ

علوم عقلیہ سے میری مراد، طبعیات، الٰہیات، ریاضی، ہیئت، طب وغیرہ جملہ علوم حکمت ہین، اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہندوستان بھی ان ممالک مین سے ایک ہے جسکو علوم عقلیہ کا جنم بھوم کہنا چاہیئے، یہ بحث دوسری ہے کہ یہ علوم براہ راست یہین پیدا ہوے جیسا کہ اہل ہند کا دعوی ہے یا سکندر کے بعد یونانیون کے ذریعہ سے یہ علوم یہان منتقل ہوئے جیسا کہ اہل یورپ کا بیان ہی، تاہم یہ ماننا پڑیگا کہ اہل ہند نے ان علوم مین کافی دستگاہ حاصل کر لی تھی، اور ریاضیات وہیئت مین ایک حد تک وہ استادی کے رتبہ کو پہنچ گئے تھے،

ہندوؤن کے دماغ کو ریاضیات سے ہمیشہ ایک خاص مناسبت رہی ہی، مسلمانون کے عہد حکومت مین علوم عقلی کے جو ہندو نامور یہان پیدا ہوے، ان مین مہندسین اور علماے ریاضیات کی تعداد زیادہ ہے،

بیرونی کے ذریعہ سے جن برہمنون نے عربون کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا تھا افسوس کہ انکے حالات ہمکو نہین معلوم، اور نیز ابعد کی صدیون مین جن ہندو بزرگون نے ادہر توجہ کی انکے نام سے بھی ہم واقف نہین، تاہم اتنا معلوم ہے کہ سنسکرت مین عربون کی تحقیقات عقلی کی کافی لٹریچر موجود ہے، چنانچہ تمدن ہند کا فرنچ مصنف شہادت دیتا ہے کہ گیارہوین صدی عیسوی کے

بعد سے کہنا چاہیے کہ ہندی علوم سے مراد عربی علوم ہین، پس ہم کہہ سکتے ہین کہ ہندی علوم جنکی ابتدا پانچوین صدی عیسوی مین آریہ بھٹ کے ریاضیات سے ہوئی، اور پھر ساتوین صدی مین برہم گپت نے ان پر اضافہ کیا، اس زمانہ سے لیکر آج تک انہین مسائل سے بحث کرتے ہین جو ہند مین (یونانی اور مسلمان) ان دو ذریعون سے آئے"

عہد اکبری کے ہندو علماے معقولات

ابو الفضل تنہا مورخ ہے، جس نے اپنے بادشاہ کے عہد کے جزئی سے جزئی واقعہ کو قلم انداز نہین کیا، آئین مین دانش آموزان دولت کے عنوان سے ہر فن کے ۱۴۲ علما کے نام لکھے ہین، اس کاغذی دربار مین بلاتفریق ہندو اور مسلمان دونون قومون کے اکابر علم اور اساطین فلسفہ دوش بدوش بٹھاے گئے ہین، شناساے عقلی کلام کے عنوان مین ابو الفضل نے اپنے زمانہ کے حسب ذیل اشخاص کے نام لکھے ہین، نارائن، مادھو بھٹ، سری بھٹ، بشن ناتھ، رام کشن، بلبھدر مصر، باسدیو مصر، باہن بھٹ، بدیا نواس، گوری ناتھ، گوپی ناتھ، کشن پنڈت، بھٹا چارج، بھاگیرت، کاشی ناتھ بھٹا چارج،

جن ہندو پنڈتون نے مرزا الغ بیگ کی زیچ جدید جو مسلمان علماے ہیئت کی تحقیقات کا مجموعہ ہے، مسلمان علما کی زیر نگرانی فارسی سے ہندی مین ترجمہ کیا تھا، انکے نام یہ ہین، کشن جوتشی، گنگا دھر، مہیس، مہانند،[1]

جے سنگھ کے رصد خانے

مسلمان سلاطین نے دنیا کے [illegible] مین جہان انکے تمدن نے فروغ پایا، تحقیقات فلکیہ کی تکمیل کے لئے رصد خانے قائم کئے، سنہ ۱۹۰۹ع کے الندوہ مین مین نے متعدد نمبرون مین ان رصد خانون کے حالات و تحقیقات کی تفصیل لکھی ہے، اسوقت سلسلۂ سخن کے طور پر یہ کہنا ہے کہ ہندوستان مین متعدد مسلمان سلاطین نے رصد خانے قائم کرنا چاہے،

[1] آئین اکبری، آئین تصویر خانہ،

فیروز شاہ بہمنی اور شاہجہان نے کام کو شروع کرایا، لیکن مختلف وجوہ سے ناتمام چھوڑنا پڑا، یہ ہمہ در حقیقت محمد شاہ کے عہد حکومت کے لئے اٹھا رہی تھی،

راجہ جی سنگھ سوائی کچھواہا، امبیر کا راجہ تھا، اورنگ زیب عالمگیر اور اسکے جانشینون کے ایام سلطنت مین ایک فوجی افسر کی حیثیت سے نمایان عزت حاصل کی، محمد شاہ کے عہد مین وہ آگرہ اور مالوہ کا گورنر مقرر ہوا، اس نے اپنی ریاست کا نیا مرکز جے پور کے نام سے آباد کیا اور اب اسی نام سے یہ ریاست معروف ہے، جی سنگھ ایک نہایت علم دوست اور عالم راجہ تھا، عربی علوم و فنون مین وہ اچھی دستگاہ رکھتا تھا اور علم ہیئت سے اسکو ایک خاص ذوق تھا۔

راجہ جی سنگھ نے الغ بیگ کی زیچ جدید، ملا چاند اکبری کی تسہیلات، اور ملا فرید شاہجہانی کی زیچ شاہجہانی کے اصول پر زیچ محمد شاہی ترتیب دی، اور بادشاہ کے حضور مین پیش کی یہ وہ زمانہ تھا جب اہل یورپ کے فضل و کمال کی طرف اہل ہند کی نگاہین اٹھ رہی تھین، بادشاہ کے حکم سے مسلمان، برہمن، اور فرنگی علماے ہیئت جمع کئے گئے، اور دلی مین ایک جدید رصدخانہ کی تعمیر کا کام سنہ ۱۱۳۷ مین شروع ہوا، مرزا امیر اللہ مہندس اس کے مہتمم تھے، اس رصدخانہ مین بعض آلات ایسے تھے جو سمرقند کے الغ بیگی رصد خانہ مین استعمال پا چکے تھے، اور بعض بالکل نئے تھے مسلمانون [illegible] کے ایجاد کردہ تھے،

راجہ نے اس غرض سے [illegible] رصدخانہ کی تمام تحقیقات پوری اترین اور انکی تصدیق ہو جائے رصدخانۂ دہلی کے نمونہ پر جی پور، متھرا، بنارس، اور اجین مین بھی رصد خانے بنواے، دلی اور بنارس کے رصد خانون کی ٹوٹی پھوٹی یادگارین تو اب تک باقی ہین، اور مین نے دیکھی ہین، باقی شہرون کا حال نہین معلوم،

بہرحال ان رصد خانون مین ہندو، مسلمان، اور فرنگی علماے ہیئت نے سات برس تک

کام کیا اور اسکے بعد کچھ لوگ پادری بنویل کی ماتحتی مین یورپ بھیجے گئے، وہان سے یہ علمی جماعت جو معلومات لیکر آئی انکا اپنے اصول کے مطابق یہان مقابلہ کیا گیا، یہ مشرق کا پہلا رصد خانہ ہے جس نے مغربی تحقیقات کی موافقت کی، اس رصد خانہ کی تحقیقات فلکی سے زیچ محمد شاہی تیار ہوگئی جو تین مقالات پر مشتمل ہے، اول درمعرفت سنین، دوم درمعرفت طالع ہر وقت، سوم در معرفت رفتار سیارات و ثوابت،[1]

راجہ نے اس راہ مین ایک اور اہم خدمت انجام دی، عربی زبان کی مستند علم ہیئت کی کتابون کا ہندی مین ترجمہ کرایا، اور اسپر ہزارون روپیے صرف کئے،[2]

بہادر خان والی ٹکاری

احتشام الدولہ مبارز الملک راجہ خان بہادر نصرت جنگ، ہمارے اس عہد کے ہندو دوست سمجھتے ہونگے کہ یہ کسی مسلمان امیر کا نام ہوگا، لیکن انکو سننا چاہیے کہ یہ مہاراجہ منر جیت سنگھ راجہ ٹکاری (صوبہ بہار) کے فرزند ارجمند کا نام ہے، یہ راجہ غدر سے ۳۰ برس پہلے تھا، راجہ مذکور تمام علوم و فنون عربی و فارسی مین ماہر تھا، اسکا دربار مسلمان اور ہندو فضلائے عہد سے بھرا ہوا تھا اس زمانہ مین مولانا غلام حسین جونپوری ایک نامور ریاضی دان تھے، وہ بھی اس راجہ کے دامن دولت سے وابستہ تھے، مولانا راجہ کے فضل و کمال کا ذکر ان الفاظ مین فرماتے ہین،

"چنانچہ فنے از فنون متداولہ و علمے از علوم متداولہ مطروح نشدہ اگر در ذات شریف آن یگانہ جمع نیامدہ باشد،

راجہ نے ایک دن اپنی بزم علم مین تذکرہ کیا کہ روز بروز علم کا فقدان ہو رہا ہے، اور اسکے متعدد وجوہ ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ علوم و فنون کی زیادہ تر کتابین عربی زبان مین ہین جن سے فارسی خوان فائدہ نہین اٹھا سکتے، اسلئے مناسب ہے کہ فارسی مین ایک ایسی

[1] مقدمہ زیچ محمد شاہی [2] سبحۃ المرجان آزاد بلگرامی،

جامع کتاب لکھی جائے جو ہر قسم کے اصول و فروع پر مشتمل ہو، تین سو برس ہوئے کہ علامۂ عبدالعلی برجندی کے زمانہ سے اسوقت تک کوئی ایسی کتاب نہین لکھی گئی، اس تقریر کے بعد راجہ نے مولانا غلام حسین کو حکم دیا کہ اس مجوزہ تصنیف کا کام شروع کرین،

مولانائے موصوف نے جامع بہادر خانی کے نام سے ایک ایسی مکمل اور جامع کتاب ریاضیات پر فارسی مین لکھی جس سے زیادہ مکمل اور جامع کتاب شاید عربی مین بھی نہوگی، اسکو علوم ریاضیہ کی انسائیکلوپیڈیا کہنا زیادہ موزون ہوگا، علم ہندسہ، علم الابصار، علم المناظر، علم حساب، جبر و مقابلہ، جومیٹری، علم ہیئت، علم آلات رصد و قواعد رصد وغیرہ اصولی ابواب کے تحت مین بیسیون فرعی مباحث اور فصول ہین، پوری کتاب لمبی اور چوڑی تقطیع کے ۱۴۷ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اور ہر صفحہ مین ۲۵ لمبی اور باریک سطرین ہین سنہ ۱۲۴۱ھ مین شروع ہوئی اور سنہ ۱۲۴۹ھ مین تمام ہوئی، اکبر ثانی کا یہ زمانہ تھا، کتاب مین جہان کہین ستارون کے طلوع و غروب کا وقت دیا گیا ہے، قلعہ ٹکاری کے مطالع و مغارب کے حساب سے دیا ہے، مصنف جا بجا قدیم تحقیقات کو یورپ کے جدید معلومات سے موازنہ بھی کرتا گیا ہے،

راجہ رتن سنگھ زخمی

قوم کا بیتھ سکسینہ، سنہ ۱۱۹۷ھ مین لکھنؤ مین پیدا ہوا، اسکا خاندان تین پشتون سے دربار اودھ کے معزز عہدون پر ممتاز چلا آتا تھا، لکھنؤ کی درسگاہون کے آغوش مین اس کے فضل و کمال نے نشو و نما پایا، عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور کسی قدر انگریزی زبان سے واقفیت تھی، علم ہیئت مین اسکو استادی کا رتبہ حاصل تھا، فارسی شعر و سخن سے بھی ذوق رکھتا تھا، کچھ دنون ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کی، اسکے بعد اودھ مین اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز ہوا محمد علی شاہ کے زمانہ مین دیوان شاہی مقرر ہوا، اور فخر الدولہ دبیر الملک ہوشیار جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوا،

سنہ ۱۲۵۳ھ مین محمد علی شاہ کے حکم سے ہیئت مین حدائق النجوم نام ایک جامع کتاب فارسی زبان مین لکھی جو ۶ جز مین جاکر ختم ہوئی ہے، جدید مغربی تحقیقات کو پرانے عربی معلومات سے اس نے پیوند دیا ہے، یہ کتاب اپنے باب مین نہایت مستند اور معرکۃ الآرا سمجھی جاتی ہے اور اب علماے اسلام مین ہیئت کی اعلیٰ کتابون مین اسکا شمار ہوتا ہے،

دیانرائن — سنہ ۱۱۲۹ھ مین وفات پائی، علم ہندسہ مین **ششش جہات** نام ایک کتاب لکھی جو ارباب فن مین نہایت وقیع خیال کیجاتی ہے، قلمی نسخہ موجود ہے،

اندرمن — منشی ٹیکچند بہار کا شاگرد تھا، اصل وطن حصار تھا، لیکن توطن شاہجہان آباد مین اختیار کرلیا تھا، بہار عجم کو اسی نے آخر مین مرتب کیا تھا، ریاضیات مین اسکو ید طولیٰ حاصل تھا، عربی وفارسی کا عالم تھا، سنہ ۱۱۸۰ھ مین **دستور الحساب** نام کتاب، علم الحساب (میتھمیٹکس) مین تالیف کی، کتبخانہ بانکی پور مین اسکا قلمی نسخہ ہے، کتاب ۷ اجزا مین تمام ہوئی ہے،

میدنی مل — قوم کایستھ، اورنگ زیب **عالمگیر** کے عہد حکومت مین تھا، علوم عقلیہ کا واقف کار تھا، سنہ [illegible] مین **بدائع الفنون** کے نام سے ریاضیات مین ایک عمدہ کتاب لکھی، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی اور کتبخانہ آصفیہ مین اسکے قلمی نسخے موجود ہین،

رام پرشاد — عظیم آباد پٹنہ وطن تھا، علم ہندسہ مین **مفتاح الناظرین** اسکی تالیف ہے، سنہ [illegible] مین اسکی یہ کتاب کلکتہ مین چھپی تھی،

دیوان کاجی — یہ بھی عظیم آباد پٹنہ کے باشندہ تھے، ریاضیات وہندسہ مین خزانۃ العلم انکی کتاب ہے، سنہ [illegible] مین یہ کتاب کلکتہ کے چھاپہ خانہ مین طبع ہوئی تھی،

راے منون لال فلسفی — علوم حکمت اور فلسفہ مین ممتاز ومعروف تھے، شاعر بھی تھے، فلسفی تھے، اور فلسفی بننے کے مدعی تھے، اسلئے فلسفی تخلص کرتے تھے، انکے بیٹے کندن لال نے اپنی

ایک تصنیف مین اپنے خاندان کا حال لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا علم وکمال کا مطلع تھا شاہجہان کے زمانہ سے اس خاندان مین علم ودولت ساتھ ساتھ تھا، سندیلہ کے برہمن تھے، راے منون لال کی نسبت لکھا ہے،

"پدر فقیر راے منون لال فلسفی تخلص کہ در علوم حکمیہ یادگار حکماے سلف بودند وصاحب تصانیف کثیرہ"

راے منون لال پہلے نواب فیض اللہ خان کی سرکار مین تھے، اسکے بعد نواب آصف الدولہ کے دربار مین گئے، اور وہان سے نکل کر ایسٹ انڈیا کمپنی مین آئے، اور غالبًا یہین کسیقدر انگریزی حاصل کی، سنہ ۱۲۴۵ھ مین وفات پائی، اور گیارہ کتابین مختلف علوم وفنون مین اپنی یادگار چھوڑین گلستان ارم، بوستان حیرت، شارستان نور، دیوان اشعار، تنقیح الاخبار، جغرافیہ، یہ کتابین ادب وتاریخ مین ہین، خالص فلسفہ کی تصنیفات حسب ذیل ہین، سدید الاستخراج، کتاب احکام عجائب در علم حساب، ہیئت، حکمت انگریزی، مفردات طب،

کندن لال اشکی — یہ اسی نامور باپ کا فرزند تھا، باپ اور چچا کے زیر عاطفت عربی اور فارسی علوم کی تحصیل کی، ۲۲ سال کی عمر تک بریلی، رامپور، دہلی اور بنارس کی درسگاہون مین عمر گذاری سنسکرت مین سری کب اندر جھا کے شاگرد تھے، کچھ سال ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت مین بسر کیے اور آخر نواب منتظم الدولہ ناظم الملک مہدی علیخان کی وساطت سے محمد علی شاہ اودھ کے دربار مین پہنچے، چار صدی منصب پایا، دفتر انشا مین کسی عہدہ پر ممتاز ہوے، منتظم الدولہ کی وفات کے بعد خدمت سلطانی سے مستعفی ہوکر بنارس مین گوشہ نشینی اختیار کی،

کندن لال عربی اور نیز اسلامی علوم مین استادی کا درجہ رکھتے تھے، حدیث وفقہ پر بھی انکی نظر تھی، فلسفہ اور ریاضیات سے انکو خاص ذوق تھا، ہیئت مین انھون نے **زیچ اشکی** ترتیب دی، فلسفہ مین حکمت ہندیہ، اکسیر سعادت، اور قسطاس تین کتابین فارسی زبان مین

لکھین، اخیر کتاب درحقیقت تمام علوم و فنون کی انسائیکلو پیڈیا ہے، کندن لال نے اسکو
چار حصون پر منقسم کیا ہے، پہلے حصہ مین ہندوؤن کا فلسفہ ہے، دوسرے مین یونانیون کا،
تیسرے مین عربون کے علوم، اور چوتھے مین یورپ کا جدید سائنس، کہین سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ
وہ کسی علم و فن سے بیگانہ ہے، کتاب سنہ ۱۲۲۵ھ مین مطبع محمدیہ لکھنؤ مین چھپی،

انتظاماتِ مالی

اس فن پر ہندو مصنفین کی تین کتابین ملی ہین، جنکا ذکر بہ ترتیب آتا ہے، اس فن پر انکی
توجہ اسلئے مبذول ہوئی کہ زیادہ تر یہ عہدے انہین کے زیر اقتدار رہتے تھے،

چھتر مل | ولد رائے پران چند، اس نے اس فن مین ایک نادر کتاب یادگار چھوڑی ہے
جسکا نام دیوان پسند ہے، دیوان زراعت، محاصل زراعت کے اعلیٰ عہدہ دار کو کہتے تھے،
دیوان پسند یعنی وہ کتاب جو ہر دیوان کے لئے اسکے ادائے فرائض مین معین ہے، مصنف نے
باب کے لئے اپنے دستور کا لفظ پسند کیا ہے، دیوان پسند چار دستورون پر منقسم ہے (۱) دربیان
درستی زمین ہائے کاشتکاری و تعین جمع سرکار و بعضے حساب در پیداواری اجناس (۲) سیاق
شمار در بعضے انتظام مہمات (۳) مزروعہ در بعضی دست (۴) مالی و ملکی آدیزیات معاملہ،
دیباچہ مین مصنف اپنی معاملہ فہمی اور انتظامی مہارت پر بے انتہا فخر کرتا ہے، زمانہ وجود
نہین معلوم، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین اسکی یہ تصنیف سنہ ۱۲۲۵ھ کی لکھی ہوئی ہے،

جگپت رائے | حالات و زمانۂ وجود نہین معلوم سیاق یعنی کاغذات و حسابات مالی کے قواعد
ترتیب مین سیاق فارسی اسکی تصنیف ہے،

من لعل | مجموعۂ سیاق (فارسی) کا مصنف، یہ دونون رسالے قلمی کتبخانہ آصفیہ مین ہین،

نند رام | سیاق نامہ (فارسی) کا مصنف، کتبخانہ آصفیہ مین سنہ ۱۸۹۹ء کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے،

نجوم

بیربل | یہ نہین معلوم کہ یہ کون بیربل ہے، رسالۂ نجوم فارسی مین اسکی تصنیف ہے،

پوشپت رائے | ولد بھوپت رائے، خاص النجوم کا مصنف،

سدا سکھ کول | باپ کا نام کیول رام کول، کاشف الدقائق، نجوم مین اسکی تصنیف ہے،

جواہر سنگھ | جواہر افلاک و جواہر ادراک کا مصنف،

یہ تمام قلمی رسالے کتبخانہ آصفیہ مین ہین،

طب

ہندوؤن کے ہان مسلمانون کی آمد سے پہلے طب مین دو کتابین مشہور تہین، چرکا اور
سشرت کی کتابین، مسلمانون کا علم طب عرب، یونان، ایران اور ہندوستان کے تجربات کا
خلاصہ تہا اور خود انھون نے بہت کچھ اُسپر اضافہ کیا تہا، اسلئے یہ نیا علم طب ہندوستان کے
قدیم طب پر امتیاز خاص رکھتا تہا، ہندوستان کے علم طب مین مسلمانون کی آمد کے بعد جو
ترقیان رونما ہوئین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) حاکم قوم اپنے علوم و فنون کو محکوم قوم کے علوم و فنون سے بہت بالادست سمجھتی ہے،
اور اس سے استغنا برتتی ہے، چنانچہ اسی علم طب کے متعلق دیکھئے کہ گذشتہ کونسل مین جب
بعض ممبرون نے دیسی طب کی سرکاری حمایت اور اُسکو مستند تسلیم کرنیکا رزولیوشن پیش کیا
تو نا اتفاقی کے ساتھ رد کر دیا گیا، لیکن مسلمانون نے اپنے عہد حکومت مین ایسا نہین کیا،
ہندی علم طب کی بیسیون کتابین اُنھون نے اپنی زبان مین منتقل کین اور اپنا علم طب ہندوستان
مین پہیلایا، خاص اہل ہند کے مزاج اور طبیعت کا خیال کرکے خود اُنہین کے علم طب کو فارسی مین
منتقل کیا اور شاہی حیثیت سے اسکو مستند قرار دیا، سلطان سکندر لودی سے خواص خان ایک

درباری امیر نے عرض کی کہ جہان پناہ! یونانی طب ہندوستان کی آب و ہوا کے موافق نہین ہے،
حکم ہوا کہ سنسکرت سے ہندی طب کو فارسی مین منتقل کیا جاے، چنانچہ میان بہوہ بن خواص خان نے
اس کام کو انجام دیا اور کتاب کا نام معدن الشفا، سکندر شاہی رکھا، قاسم فرشتہ نے
اکبری عہد سے پہلے اختیارات قاسمی کے نام سے ہندی علم طب کو زندہ کیا، ہندوستان مین
اسوقت فارسی مین جو علم طب ہے اور خصوصاً خاندانی اطبار کے سفینون مین اور مجربات نامون
مین سیکڑون نسخے اور دوائین ہندوستان زا ہین، اسی طریقہ سے بیدون نے مسلمانون کے
سیکڑون نسخے، دوائین اور اصول علاج اپنے ہان لے لئے، اور اس طرح مل ملا کر ایک ایسا
طرز علاج رائج ہوا جو ہندوستان کے حالات کے مطابق تھا،

(۲) پہلے بیدون مین وہ دوائین متداول تھین جو ہندوستان مین پیدا ہوتی تھین، طب اسلامی نے
تمام دنیا کے ملکون مین جو دوائین اور جڑی بوٹیان زیر تجربہ آچکی تھین انکو ہندوستان مین
رواج دیا، انکے فواید و منافع لوگون نے سیکھے، مفردات کے ذخیرہ کو بیحد بڑھا دیا،

(۳) دواؤن کی ترکیب مین عرق، معجون، قیروطی، سفوف وغیرہ مختلف طریقون کو پھیلایا،

(۴) چیچک وغیرہ متعدد بیماریان جنکو یہان وہم پرستی سے دیوتاؤن، دیبیون اور بھوت
پریت کا اثر سمجھا جاتا تھا اور اسلئے انکا طبی علاج نہین کیا جاتا تھا، انکو لائق علاج بتایا، چیچک
کی بیماری پر سب سے پہلی کتاب عربون ہی نے لکھی،

آیندہ ہم بعض ہندو طبیبون کا حال لکھین گے،

(باقی)

خلفاے بنوامیہ

اور

اشاعت اسلام

از مولانا عبد السلام ندوی

بنوامیہ کا دور حکومت حضرت امیر معاویہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے، حضرت امیر معاویہ کے
بعد یزید انکا جانشین ہوا، لیکن یزید کی سیہ کاریون کی داستان مین کسی روشن کارنامے کی
تلاش ایک بیسود کوشش ہوگی، یزید کا جانشین معاویہ بن یزید اگرچہ اندھیرے گھر کا چراغ تھا
اسلئے اسکے زمانہ مین اشاعت اسلام کی توقع کیجا سکتی تھی، لیکن اس نے اسقدر مختصر زمانہ پایا کہ
ہم اسکو بمشکل خلیفہ بھی کہہ سکتے ہین،

مروان بن حکم کا زمانہ حکومت بھی زیادہ تر خانہ جنگیون کی نذر ہوا، اسلئے اسکے زمانہ مین
بھی اشاعت اسلام کی کوئی صدا بلند نہین ہوئی، لیکن مروان بن حکم کے بعد ۶۵ھ مین عبد الملک
بن مروان اسکا جانشین ہوا، اور ۲۱ برس یعنی ۸۶ھ تک سریر آراے مسند حکومت رہا، اسکے
وسیع زمانہ حکومت مین نظم و نسق سلطنت کے ساتھ اشاعت اسلام کو بھی بہت کچھ ترقی ہوئی،
ذمی رعایا نے اسکے عہد حکومت مین اس کثرت سے اسلام قبول کیا کہ اسکا نمایان اثر خراج
و محاصل پر پڑا، چنانچہ ایکبار حجاج کے عمال نے اسکو لکھا کہ "چونکہ ذمی رعایا مسلمان ہو کر شہرون مین
آباد ہو گئی ہے اسلئے مالگذاری مین سخت کمی پیدا ہو گئی ہے" اس پر حجاج نے بصرہ وغیرہ مین
فرمان بھیجا کہ "دیہاتون مین جنلوگون کے خاندان موجود ہین، وہ شہرون سے نکلکر وہان چلے جائین"
اس کثرت سے لوگ اسلام قبول کر کے شہرون مین آباد ہو گئے تھے کہ فوج کی طرح شہر سے نکلے

اور چیخ مار مار کے رونے لگے، اور یا محمداہ یا محمداہ کی دہائی دینے لگے کہ کہان جائین ؟[1]

اسکے زمانہ مین دعوت اسلام دینے کے لئے کسی قسم کے جبر و اکراہ، ترغیب و ترہیب اور تالیف قلب کی ضرورت نہ تھی، صرف خراج کا معاف کردینا کافی تھا، چنانچہ ایک بار کسی جنگ کے موقع پر ایک شخص نے سوارون کے ضایع ہوجانیکا اندیشہ ظاہر کیا تو ایک افسر نے کہا کیا تمہین آدمیون کی کمی کا اندیشہ ہے؟ صرف یہ منادی کرادینا کافی ہے کہ جو اسلام لائیگا ہم اسکا خراج معاف کردینگے، جب یہ صدا کانون مین پہنچیگی تو ۵۰ ہزار آدمی جو موجودہ سپاہیون سے زیادہ فرمانبردار ہونگے، تمہارے سامنے آکھڑے ہونگے،[2]

ذمی رعایا کے علاوہ بعض رؤسا نے بھی اسکے زمانہ مین اسلام قبول کیا، چنانچہ غزوان اسکاف جو زم کا رئیس تھا، مہلب ابن صفرہ کے ہاتھ پر اسلام لایا،[3] عبدالملک بن مروان کے بعد ولید وارث تخت و تاج ہوا ولید کے زمانہ مین اگرچہ اشاعت اسلام کے متعلق اس کثرت سے واقعات نہین ملتے، تاہم اسکا زمانہ بھی اشاعت اسلام سے کلیتہً خالی نہ تھا، نیزک جو ترکون کا سردار تھا اسی کے زمانہ مین اسلام لایا،[4] ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ اگرچہ تاریخی دنیا مین اشاعت اسلام کی صدا سے خالی نظر آتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید اور سلیمان دونون کے زمانہ کی کمی کی تلافی کردی، انھون نے اشاعت اسلام کو اپنی زندگی کا خاص مقصد قرار دیا اور اسکے لئے حسب ذیل تدبیرین اختیار کین،

(۱) افسران فوج کو حکم دیا کہ جب کسی قوم سے برسر پیکار ہون تو سب سے پہلے انکو اسلام کی دعوت دین چنانچہ ایک عامل کو لکھا کہ

[1] طبری صفحہ ۱۲۲۱، [2] طبری صفحہ ۱۰۲۴، [3] طبری صفحہ ۱۰۸۱، کے الفاظ یہ ہین، وغزوان الاسکاف صاحب زم وکان اسلم علی ید المہلب، [4] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲،

لا تقاتلن حصنا من حصون الروم ولا جماعة من جماعاتهم حتی تدعوهم الی الاسلام۔[1]

رومیون کے کسی قلعہ یا کسی جماعت سے اسوقت تک جنگ نکرو جبتک انکو اسلام کی دعوت نہ دے لو،

(۲) ترغیب کے دوسرے طریقون کے ساتھ لوگون کو استلاف قلب کی طور پر بڑی بڑی رقمین دیکر اسلام کی طرف مائل کیا، طبقات ابن سعد مین ہے،

ربما اعطے المال من یتألف علی الاسلام

جنلوگون کو وہ اسلام کی طرف مائل کرتے تھے، انکو بسا اوقات مال و دولت دیتے تھے،

چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق ایکبار ایک پادری کو ہزار اشرفیان دیکر اسلام کی طرف مائل کیا،[2]

(۳) اسوقت جتنے بڑے بڑے فرمانروا مسند آرائے حکومت تھے ان سب کو عام طور پر دعوت اسلام دی اور اُنکے اخلاق و عادات کی شہرت نے انکو اسلام کے قبول کرنے پر نہایت آسانی کے ساتھ آمادہ کرلیا، علامہ بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین،

کتب الی الملوک یدعوهم الی الاسلام والطاعة علی ان یملکهم ولهم ما للمسلمین وعلیهم ما علیهم وقد کانت بلغتهم سیرته ومذهبه فاسلم حلیشة والملوک وتسموا باسماء العرب[3]

انھون نے خلیفہ ہونیکے ساتھ ہی تمام بادشاہون کو اس شرط کے ساتھ اطاعت اور اسلام کی دعوت دی کہ جو حقوق مسلمانون کو ملتے ہین وہ انکو بھی ملین گے اور جو ذمہ داریان مسلمانون پر عاید ہوتی ہین وہ ان پر بھی عاید ہونگی ان سلاطین کو انکے اخلاق و مذہب کا حال پہلے ہی سے معلوم ہوچکا تھا اسلئے حلیشہ (جو ہندوستان کا بادشاہ تھا) اور دوسرے بادشاہ اسلام لائے اور اپنا نام عربون کا سا رکھا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز، [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۴۶،

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہین،

کتب الی ملوک ماوراء النهر یدعوهم الی الاسلام فاسلم بعضهم۔[1] — انھون نے ماوراء النہر کے بادشاہون کے پاس انکو دعوت نامہ بھیجا، اور ان مین بعض اسلام لاے،

ان کے حسن خلق اور دعوت اسلام کی شہرت عام طور پر پہنچی تو دُور دور کے لوگون نے خود انکی خدمت مین وفود بھیجے کہ اُنکے یہان داعیان اسلام روانہ کیے جائین، چنانچہ اس غرض سے تبت کے متعدد وفد حاضر ہوے اور انھون نے اُنکے ساتھ سلیط بن عبداللہ الحنفی کو روانہ کیا،[2]

(۴) ذمی رعایا جسقدر آباد تھی ان سب کو دعوت اسلام دی اور اسلام قبول کرنے پر اُن کے جزیہ کی معافی کا حکم دیا، چنانچہ جراح بن عبداللہ الحکمی کو جو خراسان کے عامل تھے لکھا کہ اہل ذمہ کو اسلام کی دعوت دین اور وہ اسلام لائین تو انکا جزیہ معاف کر دین، یہ حکم پہنچا تو جراح سے خراسان کے ایک رئیس نے کہا کہ "اس سے انکا مقصد صرف جزیہ کا معاف کرنا ہے، آپ ذمیون کو ختنہ کرانے پر مجبور کیجیے،" لیکن جراح نے کہا کہ مین ختنہ کر کے انکو اسلام کی طرف سے برگشتہ خاطر نہین کر سکتا، اگر وہ نیک نیتی سے اسلام لاے تو خود بخود پاکیزگی کی طرف مائل ہو جائینگے، چنانچہ اُنھون نے دعوت دی اور اُنکے ہاتھ پر چار ہزار آدمی اسلام لاے،[3]

تاریخ طبری مین ہے کہ ایکبار انکی خدمت مین شکایت گذری کہ ۲۰ ہزار ذمی مسلمان ہو چکے ہین لیکن اب تک اُن سے خراج وصول کیا جا رہا ہے، اُنھون نے جراح کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہین وہ جزیہ سے بری کر دیے جائین، یہ حکم جراح کے پاس پہنچا تو اور بھی سرعت کے ساتھ لوگون نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، لوگون نے جراح سے شکایت کی کہ "یہ لوگ صرف جزیہ سے بری ہونیکے لیے اسلام لاتے ہین، انکو ختنہ کرانے پر مجبور کیجیے" تو انکے خلوص کا

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۲۴، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز،

امتحان ہو جائیگا، جراح نے اس معاملہ مین حضرت عمر بن عبدالعزیز سے استصواب کیا تو اُنھون نے لکھ بھیجا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام دینکے لیے بھیجا تھا ختنہ کرنیکے لیے نہین بھیجا تھا،[1] بہرحال اس دعوت و اعلان کا تمام ممالک محروسہ پر اثر پڑا، اور نہایت کثرت سے ذمی حلقۂ اسلام مین داخل ہوے،

جزیہ کی معافی پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اسقدر اصرار تھا کہ جب ایکبار انکو معلوم ہوا کہ جراح نومسلمون سے اب تک جزیہ وصول کر رہے ہین تو انکو معزول کر کے دوسرا عامل مقرر کیا اور انکو لکھا کہ ماوراء النہر کے تمام نومسلم اہل و عیال کے ساتھ مرو مین بھیجدیے جائین، لیکن ان لوگون نے خود وطن کو چھوڑنا پسند نہین کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب معلوم ہوا کہ وہ بخوشی اپنے وطن ہی مین رہنا چاہتے ہین تو اسپر خدا کا شکر کیا،[2]

صرف یہی نہین کہ یہ نومسلم جزیہ سے بری کر دیے جاتے تھے بلکہ انکو بیت المال سے وظیفہ بھی ملتا تھا، علامہ بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین،

ورفع عمر الخراج عمن اسلم بخراسان وفرض لمن اسلم وابتنا الخانات[3] — جو لوگ خراسان مین اسلام لاے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انکا خراج معاف کر دیا اور اُنکا وظیفہ مقرر کیا، اور سرائین بنوائین،

علامہ موصوف نے خراسان کی تخصیص اسلیے کی کہ اسی کا ذکر تھا ورنہ انھون نے اور نومسلمون کے ساتھ بھی یہی طرز عمل اختیار کیا ہوگا،

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ہشام بن عبدالملک کے زمانہ مین بھی اشاعت اسلام کو نہایت ترقی ہوئی، اسکے زمانہ مین اسلام کا فاتحانہ قدم سندھ سے لیکر چین تک پہنچگیا اور اُسکے عامل جنید بن عبدالرحمن نے چین کے بادشاہ کو دعوت اسلام دی،[4] اُسکے زمانہ مین اشرس

[1] طبری صفحہ ۱۳۵۴ جلد ۹ [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۲ [4] یعقوبی صفحہ ۳۷۹

بن عبد اللہ السلمی نے جو خراسان کا گورنر تہا، اشاعت اسلام مین خاص طور پر ناموری حاصل کی، اس نے ماوراء النہر کے تمام باشندون کو دعوت اسلام دی اور اعلان کیا کہ جو لوگ اسلام لاینگے انکا جزیہ معاف کر دیا جائیگا، چنانچہ اس ترغیب سے لوگون نے اس کثرت سے اسلام قبول کیا کہ اسکا نمایان اثر محاصل و خراج پر پڑا[1]،

اشرس نے اشاعت اسلام کا خاص نظام قائم کیا اور اسکے لئے داعی مقرر کئے، چنانچہ ماوراء النہر کے باشندون کی دعوت کے لئے ابو الصیدار صالح بن طریف کا انتخاب کیا، اور جب انھون نے یہ عذر کیا کہ وہ فارسی زبان نہین جانتے تو ربیع بن عمران التمیمی کو انکے ساتھ کر دیا، صیدار اس مقدس خدمت کے انجام دینے کے لئے روانہ ہوے تو یہ شرط پیش کی کہ جو لوگ اسلام قبول کرینگے وہ جزیہ سے بری کر دیئے جائینگے، اشرس نے اس شرط کو بخوشی منظور کر لیا، ابو صیدار نے پہلے سمرقند کا رخ کیا، اور اس شرط کے ساتھ اہل سمرقند کو دعوت اسلام دی اور نہایت سرعت کے ساتھ لوگون نے اسلام قبول کیا، لیکن جسقدر لوگ مسلمان ہوتے جاتے تھے خراج کی آمدنی مین کمی آتی جاتی تھی، چنانچہ غوزک نے اشرس کی خدمت مین جب یہ شکایت کی تو اس نے ابن ابی العمرطہ کو جو وہان کے کلکٹر تھے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل سغد اور دوسرے لوگ بخوشی اسلام نہین لائے، انھون نے صرف جزیہ سے بری ہونیکے لئے اسلام قبول کیا ہے، اسلئے جن لوگون نے ختنہ کرایا ہے فرائض اسلام ادا کرتے ہین، اور قرآن کی کوئی سورہ پڑہی ہے، صرف انہی کا جزیہ معاف کرو، سو، اتفاق سے اشرس نے ابن ابی العمرطہ کو معزول کر کے انکی جگہ ہانی اور اشحیذ کو

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۲۵،

نصب کیا، اور ان لوگون نے تمام مسلمانون سے جزیہ کی رقم وصول کرنا شروع کی، ابو الصیدا نے اسپر اعتراض کیا تو ہانی نے اشرس کی خدمت مین لکھا کہ "لوگ مسلمان ہوگئے اور مسجدین تعمیر کر لین"، بخارا کے زمیندار بھی اشرس کے پاس آے اور کہا کہ "اب خراج کس سے وصول کیا جائیگا، تمام لوگ غریب ہوگئے" اب اشرس نے تمام عمال کو لکھ دیا کہ جن لوگون سے پہلے جزیہ وصول کیا جاتا تہا، اسی طرح دوبارہ وصول کیا جاے، اس طرح مسلمانون پر دوبارہ جزیہ کی رقم عاید کیگئی، اور اسکا اسقدر ناگوار اثر پڑا کہ سمرقند کے سات ہزار باشندے شہر سے باہر نکل کر سمرقند سے سات میل کے فاصلہ پر آباد ہوگئے[1]، نصر بن سیار کے ہاتھ پر بھی بخارا کے بعض چودہری اسلام لائے، طبری مین ایک ضمنی موقع پر ہے،

ومعہم دھقانان من دھاقین بخارا وکانا اسلما علی ید النصر،	انکے ساتھ بخارا کے دو چودہری تھے جو نصر بن سیار کے ہاتھ پر اسلام لائے،

نصر بن سیار نے اس معاملہ مین سب سے بڑا جو کام کیا وہ یہ تہا کہ جن مسلمانون سے ابتک جزیہ وصول کیا جا رہا تہا انکو اس سے بالکل بری کر دیا، چنانچہ اس نے ایک خطبہ مین کہا کہ جن مسلمانون سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے یا ان پر بہاری محصول لگایا گیا ہی اور مشرکین کے ساتھ اسی نسبت سے رعایت کردیگئی ہی، وہ لوگ منصور کی خدمت مین مرافعہ کرین، وہ اس رقم کو مشرکین کی طرف منتقل کردینگے،

ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہی کہ خلفاے بنو امیہ کے زمانہ مین اشاعت اسلام کا کام سرسری اور ضمنی نہ تہا بلکہ نظام حکومت کا ایک جزو تہا اور اسکا اثر سیاست و ملک پر پڑتا تہا،

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۱۵۰۷ و ۱۵۰۸،

نقود العرب قبل الاسلام

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

اہل عرب ازل سے وحشی ہین اور ہزارون برس تک عرب عراق، اور شام کے صحراؤن مین مارے مارے پھرے ہین لیکن یہ عجیب بات ہی کہ انکو جب اور جہان بھی حکومت کرنیکا موقع ملا ہی اُنھون نے دنیا کی تمام قومون سے زیادہ تہذیب وتمدن کی اشاعت مین سرگرمی ظاہر کی ہے، طوفان نوح کے بعد سامی قومون مین سب سے زیادہ جس قوم نے عروج حاصل کیا وہ عاد اولی ہے، اُس نے تمدن کا رُخ پھیر دیا، بابل، اسیریا، ایران اور فینیقیہ کی سلطنتین برباد کردین، مصر سے کار بھیج تک خاک اُڑادی، اور یونان وکریٹ کے ساحلون پر اپنا علم بلند کیا، لیکن اس جاہ وجلال کے ساتھ اس نے ایسی عالی شان عمارتین بھی تعمیر کین جو اُسکے فرق تمدن کا تاج ہین۔

عاد کے بعد ثمود نامور ہوے، اُنھون نے سنگتراشی مین وہ کمال دکھایا کہ ضرب المثل ہوگئے، عرب کی اور قومون نے بھی تہذیب وتمدن کی ترقی مین نہایت نمایان حصہ لیا، حمورابی شاہ بابل نے حضرت مسیح سے (تقریباً) ۲۱۵۰ برس پہلے ایسے قوانین وضع کئے جو اس زمانہ کے سطح سے نہایت بلند ہین، اور جنکی وجہ سے وہ آج دنیا کا سب سے پہلا مقنن سمجھا جاتا ہے، اسی سلطنت نے لڑکون کی تعلیم کے لئے ایک شاندار مدرسہ تعمیر کیا جو عہد تاریخ مین سب سے پہلا مدرسہ سمجھا جاتا ہے اور جسکے کھنڈر اتبک زیبارا مین اپنی قدامت کا ثبوت دے رہے ہین، ان حالات کو دیکھتے ہوے جسطرح یہ کہنا صحیح ہے کہ اہل عرب ازل سے بدو اور اُمّی ہین، اسی طرح یہ بھی صحیح ہی کہ وہ تہذیب وتمدن کے نہایت قدیم حامی اور اقوام عالم کے سب سے پہلے معلم ہین،

عنوان بالا کا مقصد بھی تمدن عرب کے ایک تاریک پہلو پر روشنی ڈالنا ہے، یہ ظاہر ہے کہ اقوام عرب زمانۂ دراز سے متمدن ہتین اور انھون نے بڑی بڑی حکومتون کی تاسیس کی تھی اسکے ساتھ چونکہ وہ تجارت پیشہ بھی ہتین، اسلئے انھون نے اپنے کاروبار مین ان تمام صورتون سے کام لیا ہوگا جنکی بالعموم تجارت مین ضرورت ہوتی ہے، مثلاً لین دین اور خرید فروخت مین چاندی سونے دوسری چیزون کا تبادلہ ہوتا ہوگا اُدھار کے کاروبار مین اعتماد کے ذرایع پیدا کئے ہونگے اور اسکی مختلف صورتین نکالی ہونگی، اور اس مقصد کے لئے انھون نے چک، دستاویز اور تحریری معاہدون سے کام لیا ہوگا، چاندی سونے کے بیوپار مین چونکہ کھرے کھوٹے کا خدشہ لگا رہتا ہے اسلئے انھون نے بادشاہ ہونیکی حیثیت سے سونے چاندی کے سکے ڈھالے ہونگے اور ان پر بادشاہ کی تصویر یا کوئی اور علامت بنائی ہوگی، ان اسباب کے ساتھ جو ممالک ہمسرحد ہونگے اُنکے تمدن کا اثر بھی اُن پر ضرور پڑا ہوگا اور اس لحاظ سے بھی انھون نے اس طرف توجہ کی ہوگی،

چونکہ عرب نے قانون ارتقار کی مطابق ترقی کی ہے اسلئے انکی ابتدائی سلطنتون مین ان چیزون کا تلاش کرنا بالکل بیسود ہے، یہی وجہ ہے کہ عاد اولی جو عرب کی قدیم ترین قوم ہے اسکے متعلق اس باب مین ایک حرف منقول نہین، اور چونکہ وہ قوم نوح کے بعد دنیا کی پہلی حکمران جماعت ہے اسلئے یہ امید کرنا بیجا ہی کہ اس نے دنیا کے اس ابتدائی زمانہ مین اس حد تک ترقی کرلی ہوگی، البتہ جب ۲۴۶۰ ق م مین بابل مین اس عظیم الشان سلطنت کے کھنڈرون پر ایک جدید عربی سلطنت کی بنیادین قائم ہوئین، اور دنیا تہذیب وتمدن مین کچھ اور آگے بڑھی تو اس نے تجارت کو قانون کے تحت مین لاکر نقدی لین دین اور تجارت کی دوسری قسمون کو ایک منظم اور مرتب شکل مین تبدیل کردیا اور چک اور تحریری معاہدون کا طریقہ رائج کیا چنانچہ اس سلطنت کے تین بادشاہون رسن، حمورابی (Khammurabi)

اور تمسوا ایلونا (Samou-iluna) کے زمانون کی بہت سی چکین اور
معاہدے سنہ ۱۸۵۴ء مین لافٹس (W. K. Loftus) نے دریافت کئے ہین اور
وہ یورپ کے عجائب خانون مین موجود ہین،

چونکہ یہ چک اور عہدنامے کاغذ پر نہین لکھے جاتے تھے بلکہ گیلی مٹی پر کھودے جاتے
اور آگ مین پکائے جاتے تھے اسلئے انکو سکہ کا ایک حدتک دیباچہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ سکہ
دراصل اس لوہے کے ٹھپے کو کہتے ہین جسپر کوئی صورت یا کلمہ منقوش ہوتا ہے،

حمورابی کے قوانین مین بھی جو حضرت موسیٰ سے تقریباً آٹھ سو برس پہلے وضع کر
گئے ہین، ایک مقام پر چک کا لفظ آیا ہے، چنانچہ دفعہ ۴۸ مین ہے،

"اگر کسی پر سودی قرض ہو اور اسکی کھیتی طوفان سے تباہ یا کسی اور صورت سے ضایع ہوجائے
یا پانی کی قلت کے باعث گیہون نہ حاصل کرسکے ہون تو یہ شخص قرضخواہ کو گیہون نہ ادا کرے
بلکہ اسکی چک کو پانی مین ڈبو دے اور اس سال کا سود نہ دے،"

یہ قوانین اپنی اصلی زبان، خط اور فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ سنہ ۱۹۰۲ء مین پروفیسر شل نے
چھاپے ہین اور اس مجموعہ کا نام "نصوص سامیہ عیلامیہ" (Textes Elamitiques Semitiques) رکھا ہے، انگریزی مین مسٹر کلائی (Clay) نے
انکا ترجمہ کیا ہے اور کتاب کا نام Light on the Testament from Babel
رکھا ہے، عربی مین ان قوانین کا ترجمہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال نے کیا ہے،

ان قوانین کے بعض دفعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نقدی لین دین مین چاندی
مستعمل تھی، اور اس سے یہ صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ اس سلطنت نے اسقدر ترقی کرنیکے
باوجود سکہ نہین ڈھالا تھا،

ہمارے خیال مین عرب مین سب سے پہلے جس سلطنت نے سکہ کو رواج دیا وہ سبا ہے،

سبا

سبائی سلطنت، رقبہ، تجارت اور دولت کے لحاظ سے تمام گذشتہ سلطنتون سے بڑھی
ہوئی تھی، چنانچہ اس نے سکے ڈھالنے کے لئے چند خاص مقامات مقرر کئے تھے جنمین ایک مارب کا
شاہی محل "سلحین" بھی تھا، سبائیون کے جو سکے اسوقت دستیاب ہوئے ہین ان مین سے
بعض پر یہ عبارت کندہ ہے، "بیت سلحین وحصن مارب" یہ سکے بہت بڑی تعداد مین
(ویانا) دارالسلطنت آسٹریا کے ادبی عجائب خانہ مین محفوظ ہین، اور انکی چند نقلین مسٹر مولر
(Müller) کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہین، مسٹر موصوف نے اپنی کتاب
(Südarabische Alterthümer in Kunsthistorischen Hofmuseum)
مین بہت سے سکون کا عکس شایع کیا ہے اور انکو کسیقدر واضح کرکے لکھا ہے انکا بیان ہے کہ
یمن کے بادشاہون نے سکے ڈھالے تھے جن پر انکی صورتین، انکے نام اور ان شہرون کے
نام جہان یہ سکے ڈھالے جاتے تھے خط مسند مین منقوش ہوتے تھے اور ان پر سیاسی یا اجتماعی
شعارات ہوتے تھے مثلاً الّو، شکرہ، یا بیل کا سر زراعت اور فلاحت کا رمز تھا یا چاند کی صورت
جو انکے نزدیک رعزدینی تھا، ان رموز کے کنارہ خط مسند مین ایک تحریر ہوتی تھی۔

سکون کی ان صورتون سے شاہان یمن کے عجیب وغریب حالات سامنے آگئے ہین جو
کسی اور طریقہ سے معلوم نہین ہوسکتے تھے، مثلاً یہ کہ انکے گیسو کئی حصون پر تقسیم ہوکر گردن یا گالون تک
لٹکتے تھے یا انکی ڈاڑھیان اور مونچھین بڑی نہین ہوتی تھین، ورنہ ظاہر ہے کہ سکون مین جسم کے
اور حصون کی طرح نمایان ہوتین، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ اس معاملہ مین مصریون
اور حبشیون کے مقلد تھے،

سبائیون کے سکے چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے تھے، اسلام کے ابتدائی زمانہ مین جو درہم

یمن مین رائج تھا اسکا اسلام کی تاریخون سے پتہ چلتا ہے، چنانچہ علامۂ ابن خلدون لکھتے ہین[1]،

کان منھا البغلی ثمانیة دوانق والطبری اربعة دوانق — درا ہم یمن بغلی ۸ دانگ کا، طبری ۴ کا، مغربی ۸ کا،

والمغربی ثمانیة دوانق والیمنی ستة دوانق — اور یمنی ۶ دانگ کا ہوتا تھا،

انباط سبا کے بعد انباط کا نمبر ہے جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد تھے، اور شمالی عرب سے شام تک حکومت کرتے تھے، ان لوگون نے بھی سکے ڈہالے تھے لیکن چونکہ مورخین عرب انکو عجمی سمجھتے ہین اسلئے تاریخون مین انکا ذکر کم آتا ہے، تاہم ہمارے مورخین اسقدر تسلیم کرتے ہین کہ عرب مین جو درہم رائج تھے وہ عجمی دارالضرب کے تھے، چنانچہ علامۂ بلاذری نے لکھا ہے[2]،

کانت الدراهم من ضرب الاعاجم مختلفة کبارا وصغارا........ — درا ہم عجمیون کے ہان چھوٹے بڑے ہر قسم کے ڈہالے جاتے تھے،

اعاجم کے لفظ سے جیسا کہ عام مورخین سمجھتے ہین اہل فارس مراد ہین، ممکن ہو کہ یہ صحیح ہو لیکن ہم اسپر اسقدر اضافہ کرنا چاہتے ہین کہ اسمین انباط کو بھی داخل کر لیا جاے اور چونکہ وہ مدینہ کے قرب مین حکومت کرتے تھے اسپر انکے سکے مختلف قسم کے چھوٹے بڑے ہوتے تھے اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے وہ حجاز مین رائج تھے، اسلئے کوئی تعجب نہین کہ عربون نے انکو عجمی سکہ سمجھا ہو، کیونکہ عرب انباط کو تہذیب و تمدن اور عادات و اطوار کے لحاظ سے عجمی سمجھتے تھے،

بہرحال انباط نے سکے ڈہالے، اور جہانتک ہمارا خیال ہے یہ یونانیون کا اثر تھا، کیونکہ یہ سکے اسی طرز کے ہوتے تھے، انباط مین حارث سوم نہایت شان و عظمت کا بادشاہ گذرا ہے یونانی اسکو فیلہلین (Philhelene) کہتے تھے جسکے معنی ہین محب یونان، اس نے ۸۵ق م مین دمشق پر حکومت کی تھی وہان سے واپس ہوا تو خود اپنے نام کے سکے جاری کئے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۸۱ [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۷۱،

چنانچہ بعض لوگون نے ایک دینار پایا ہے جسپر ایک طرف اونٹ اور کسی خوشبودار درخت کی تصویر بنی ہے اور دوسرے رخ پر ایک نقش ہے جس سے حارث اور رومی سالار سکر سکاروس کے اتفاق پر اشارہ معلوم ہوتا ہے،

حارث نے اور بھی مختلف الحجم کئی قسم کے سکے ڈہالے تھے جنمین سے ہمکو صرف پانچ قسم کے معلوم ہین، ایک سکہ مین اسکے سر کی شکل ہے اور داہنی طرف رخ کئے بیٹھا ہے، سکہ کے دوسری طرف ایک عورت بنی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسکی مدد کے لئے آگے کھڑی ہوئی ہے، اس عورت کے پیٹ اور پیٹھ کی طرف یونانی خط مین کچھ لکھا ہوا ہے، پشت کی طرف بادشاہ کا نام ہے جو یونانی خط مین ہونیکے ساتھ یونانی الاصل بھی ہوگیا ہے، یعنی (VASILEOSARETOU) منہ کی طرف اسکا لقب فیلہلین یعنی محب یونان لکھا ہوا ہے، باقی سکون مین کسیقدر تفاوت ہے لیکن تحریر سب پر ایک ہے،

عبادہ ثانی کے سکہ پر بائین طرف اسکے سر کی اور داہنی طرف گدھ کی صورت ہے جسکے سامنے نبطی حروف مین ایک نقش ہے، جسکے معنی ہین "شاہ عبادہ" گدھ کے پشت کی طرف "شاہ انباط" اور سر پر "سمہ" لکھا ہے، عبادہ کا ایک اور سکہ ہے جسکے ایک طرف دوسرا اور دوسری طرف گدھ کی شکل ہے اور تحریر وہی ہے جو پہلے سکے مین ہے،

مالک اول کے سکہ مین ایک طرف دو سر ہین اور دوسری طرف گدھ، اور اسپر جو عبارت لکھی ہے اسکا ترجمہ یہ ہے "بادشاہ انباط کے ملک کا مالک"

عبادہ ثالث اور حارث رابع کے زیادہ حالات معلوم نہین اور نہ انکے سکون کی تفصیلین ہماری نظر سے گذری ہین، لیکن اسقدر یقینی ہے کہ انکے زمانہ مین سکے ڈہالے جاتے تھے، حارث رابع کے بعد سلطنت مین ضعف آگیا تھا اور عورتین ریاست مین دخیل ہوگئی تھین تاہم انکے

زمانہ مین بھی سکے ڈہالے گئے اور اُن پر مردون کے ساتھ عورتون کے نام بھی لکھے گئے،

تدمر تدمر شام کا ایک شہر ہے، وہان عمالقہ کی اولاد[1] نے اثر پیدا کرکے ایک حکومت قائم کی جو ملکہ زینوبیا کے زمانہ مین مصر، شام، عراق، الجزیرہ، اور ایشیاے کوچک تک وسیع ہوگئی تھی اسکے بادشاہون نے بھی سکے ڈھلواے تھے جو اسکندریہ کے سکون کے نمونہ پر تھے، چنانچہ یہان ہم انھین دو سکون کا تذکرہ کرتے ہین، ملکہ زینوبیا کے سکہ پر ایک طرف اسکے چہرہ کی مونڈھون تک تصویر ہے اور کنارہ کنارہ یونانی خط مین اسکا نام اس طرح کندہ ہے "سبتمیا زینوبیا" دوسرے رُخ پر ایک اور شکل بنی ہے، وہب اللات کے سکہ پر دونون رُخ اسکی تصویر ہے اور اسکا نام اور لقب کندہ ہے، وہب اللات نے ۲۷۱ء مین اپنا لقب "اوغسطس" رکھا تھا جو شاہان روم کا لقب تھا،

قریش قریش نے مکہ مین اگرچہ ایک چھوٹی سی جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالی تھی، تاہم انکو سکے ڈہالنے کا موقع نہین ملا بلکہ وہ روم اور ایران کے سکون سے کام لیتے تھے، چنانچہ علامہ بلاذری لکھتے ہین،[2]

کانت دنانیر هرقل ترد علی اهل مکة فی الجاهلیة وترد علیهم دراهم الفرس البغلیة ......

جاہلیت مین مکہ مین ہرقل کے دینار اور فارس کے بغلی درہم آتے تھے،

دوسری جگہ لکھتے ہین،[3]

کانت الدنانیر ترد رومیة والدراهم کسرویة فی الجاهلیة،

جاہلیت مین دینار روم سے اور درہم کسریٰ کے یہان سے آتے تھے،

اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مین سونے کے سکے روم سے اور چاندی کے ایران سے آتے تھے

ایران کے درہم کا نام بغلی تھا، ابن خلدون کے حوالہ سے ہم نے اوپر جو چند درہمون کے نام بتاے ہین ان مین بغلی سے یہی ایرانی درہم مراد ہے،

لیکن اسکا یہ مطلب نہین کہ قریش کے کاروبار کا صرف انہین سکون پر دار و مدار تھا انکے یہان لین دین کی اور بھی صورتین تہین، چنانچہ انھون نے سکون کے بجاے چند اوزان مقرر کئے تھے، اور انکے بموجب وہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے، علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے،[1]

کانوا یتعاملون بالذهب والفضة وزناً وکانت دنانیر الفرس ودراهمهم بین ایدیهم یردونها فی معاملتهم الی الوزن ویتصارفون بها بینهم...

وہ سونے چاندی کو وزن سے بیچتے دیتے تھے اور فارس سے جو درہم و دینار آتے تھے انکو بھی کاروبار مین وہ وزن ہی کے لحاظ سے استعمال کرتے تھے،

مورخ بلاذری لکھتے ہین[2]

فکانوا لا یتبایعون الا علی انها تبر...

وہ درہم و دینار کو صرف اسوجہ سے لیتے تھے کہ وہ بھی سونے چاندی کے پتر ہوتے تھے،

دوسری جگہ لکھتے ہین،[3]

کانت لقریش اوزان فی الجاهلیة فدخل الاسلام فاقرت علی ما کانت علیه. کانت قریش تزن الفضة بوزن تسمیه درهما وتزن الذهب بوزن تسمیه دینارا ......

قریش کے جاہلیت مین چند اوزان مقرر تھے اسلام آیا تو وہ برقرار رہے، قریش چاندی کو ایک وزن سے تولتے تھے اور اس وزن کو درہم کہا کرتے تھے اور سونے کو جس وزن سے تولتے تھے اسکا نام دینار رکھتے تھے،

اس اخیر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ درہم و دینار قریش مین بانٹ کے بجاے کام آتے تھے، قریش کے اوزان کے نام یہ ہین،

نام وزن	مقدار وزن
وزن ۱۰ درہم	وزن ۷ دینار
وزن ثغیرہ	وزن درہم کا ۶۰ وان حصہ
اوقیہ	” ۴۰ درہم
نش	” ۲۰ درہم
نواہ	” ۵ درہم

قریش انہین اوزان سے سونا چاندی خریدتے تھے[1] اور انھون نے ایک مخصوص وزن کا ایک پیمانہ بنایا تھا جسکو وہ مثقال کہتے تھے[2]،

لیکن ان اوزان اور رومی و ایرانی سکون کے ساتھ ہمکو اسلام سے پہلے چند اور سکے بھی معلوم ہوتے ہین جنکو ابن خلدون "نقود جاہلیت" کہتا ہے، چنانچہ اس نے لکھا ہے[3]،

طرح النقود الجاھلیۃ راساً حتی خلصت ونقش — عبد الملک نے جاہلیت کے تمام سکون کو صاف کردیا

علیھا سکۃ وتلاشی وجودھا .... — اور ان پر ٹھپہ لگادیا اور اس طرح وہ بالکل معدوم ہوگئے

وہب بن کیسان نے انہین سکون کو ٹھپہ لگنے کے قبل دیکھا تھا انکا بیان ہے کہ یہ سکے بالکل سادے تھے اور ان پر کچھ لکھا نہ تھا، وہب کے الفاظ یہ ہین[4]،

رأیت الدنانیر والدراھم قبل ان ینقشھا عبد الملک — مین نے دنانیر اور دراہم کو عبد الملک کے ٹھپہ لگانے سے

ممسوحۃ، — قبل بالکل سادہ اور غیر منقوش دیکھا تھا،

حسن نے مسلمانون کو مخاطب کرکے ایک موقع پر کہا تھا[5]،

کان الناس وھم اھل کفر قد عرفوا موضع ھذا — لوگون نے کفر کی حالت مین بھی درہم کے رتبہ کو پہچانا

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۲، [2] ایضاً، [3] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۶۹، [4] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۲، [5] ایضاً صفحہ ۴۶۵

الدراھم من الناس فجودوہ واخلصوہ فلما صار — اور خالص درہم تیار کئے، لیکن تم نے اسکو کھوٹا کردیا

الیکم غشمتموہ وافسدتموہ ولقد کان — اور بگاڑ دیا، اور حضرت عمر فرماتے تھے کہ مین چاہتا ہون کہ

عمر بن الخطاب قال ھممت ان اجعل — اونٹ کی کھال کے درہم رائج کردون، لیکن لوگون نے

الدراھم من جلود الابل فقیل لہ اذاً — کہا کہ پھر اونٹ فنا ہوجائینگے اسلئے حضرت عمر اس

لا بعیر فامسک[1]، — ارادہ سے باز رہے،

انصار | قریش کی طرح انصار نے بھی مدینہ مین ایک ریاست قائم کرلی تھی، لیکن جہانتک ہمکو علم ہے وہان کبھی سکہ نہین ڈھالا گیا، حضرت رافع بن خدیج ایام جاہلیت کی نسبت لکھتے ہین[1]،

واما الذھب والورق فلم یکن یومئذ: — سونے اور چاندی کا اس زمانہ مین پتہ نہ تھا،

تیہ | جزیرہ نمائے سینا مین بھی جو عرب کا سرحدی حصہ ہے بعض سکون کا پتہ چلتا ہے، علامہ مقریزی ۶۵۲ھ مین "تیہ" کی طرف چند غلامون کے بھاگنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ وہان انھون نے ایک شہر مین نو سونے کے دینار پائے جن پر ہرن کی صورت کندہ تھی اور انکی تحریر عبرانی زبان مین تھی[2]،

چونکہ یہ مقامات یہود اور انباط دونون کے زیر اثر رہے ہین، اسلئے ہم بلاتعین کہہ سکتے ہین کہ یہ سکے انہین دونون قومون کے ہونگے، یہودی سکون کے نقشون کا ہمکو علم نہین، نبطی البتہ اپنے سکون پر ایک رخ گدھ کی صورت بناتے تھے، ممکن ہے کہ وہ ہرن کی صورت بھی بعض سکون مین بناتے ہون جس طرح سبا کے سکون مین مختلف صورتین ہوا کرتی ہین، مثلاً شکرہ، الو، چاند وغیرہ،

بہرحال قدیم عرب کے سکون کے متعلق جو کچھ قدیم و جدید تحقیقات ہے وہ اسیقدر ہے، ممکن ہے کہ آیندہ اس سلسلہ مین وسعت پیدا ہو اور آثار قدیمہ کے تجسس دیگر عربی سلطنتون کے سکے بھی ڈھونڈھ نکالین،

[1] صحیح بخاری صفحہ ۳۱۳ جلد ۱، [2] مقریزی صفحہ ۲۱۳ جلد ۱،

اخبار وسیر

عبداللہ بن المبارک

از مولوی ابو الحسنات ندوی

اسلام کے عہد اول مین بیشمار ایسی ہستیان پیدا ہوئین جن سے اسکا تاج فخر ابتک تابان ہے، یہی بزرگوار ہین جنکے کارنامے اسلام کے اصول معاشرت وطریق زندگی کا آئینہ ہین جسمین ہم اسکے حقیقی تعلیم کے ایک ایک خط وخال کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہین، دین وملت، علم وفن، اور احباب واعزہ کے حقوق خدمت کو ادا کرنا انسانی زندگی کی اصلی کامیابی ہے، اسلئے وہ زندگی جسمین قوم ومذہب کی خدمت کا کوئی حصہ نہو درحقیقت موت ہے، اور جب کسی قوم مین اس قسم کے افراد بڑھجاتے ہین تو وہی موت تمام قوم پر چھاجاتی ہے، دنیا کی دوسری اقوام ومذاہب نے ان چیزون کو اخلاق وفرائض انسانیت کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن اسلام نے انکو مذہبی حیثیت سے پیش کیا، اس بنا پر ایک مسلم کسی طرح بھی ان سے تغافل نہین کرسکتا، موجودہ دور گمراہی مین جہان ہم اور بہت سے فرائض ملی سے دور جا پڑے ہین، اس صراط مستقیم کو بھی ہم نے گم کردیا ہے، ایسی حالت مین ہمارے لئے اسلاف ہی کی زندگیان شمع راہ کا کام دیسکتی ہین،

حضرت عبداللہ بن المبارک کی زندگی جسکا ایک سرسری خاکہ اسوقت آپکے سامنے ہے اسلام کے طرز حیات کا ایک مکمل نمونہ ہے، جس سے ہمکو زندگی کے ہر شعبہ مین ہدائتین مل سکتی ہین چونکہ اسوقت آپکی زندگی پر تفصیلی تبصرہ کرنا مقصود نہین ہے، اسلئے مختصراً انہین واقعات وحالات کو لیا جاتا ہے جو عملاً مفید اور کارآمد ہین، اور جنکی مجموعی کیفیت سے یہ معلوم ہوسکیگا کہ وہ اسلامی زندگی کیا ہے جو دین ودنیا کی فلاح اور برکت وکامیابی کی ضامن ہوتی ہے، امام ممدوح ایک طرف عالم یگانہ، دوسری طرف زاہد خشک

اور تیسری طرف اسلام کے جان نثار سپاہی تھے،

پیدائش اور تعلیم

حضرت عبداللہ بن المبارک کے باپ ایک غلام تھے انکی شادی انہین کے آقا کی لڑکی سے ہوئی، یہ اس مبارک زمانہ کا عام دستور تھا کہ اہلیت وقابلیت کو دیکھکر آقا اپنے غلامون کو بھی اپنی لڑکیان دیدیتے تھے، خدمت وبندگی آج کی طرح ننگ وعار اور تذلیل وتحقیر کا باعث نہ تھی، حضرت عبداللہ بن المبارک اسی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوئے، آپکی پیدائش بمقام مرو ۱۱۸ھ مین ہوئی، یہ مسلمانون کا قدیم شہر اب روس کے علاقہ مین داخل ہے، ابتدائی تعلیم وتربیت کے حالات نہین ملتے مگر قیاس یہ ہے کہ اس زمانہ مین جبکہ اسلام کا علمی فیض ہر جگہ عام تھا اور عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ سے فضل وکمال کا چشمہ ابل رہا تھا، ہر قریہ وشہر مین بکثرت علما وفضلا پائے جاتے تھے، گو آج کی طرح اس عہد مین یونیورسٹیون اور کالجون کی عالیشان درسگاہین موجود نہ تھین لیکن واقعہ یہ تھا کہ ہر عالم جہان بھی تھا بجائے خود ایک یونیورسٹی تھا، جسکے فیضان علمی سے پیر وجوان، امیر وغریب مالامال تھا، غالباً حضرت عبداللہ نے بھی مرو ہی مین تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کئے ہونگے، ان سے فراغت پانیکے بعد اس زمانہ کے عام مذاق کے مطابق حضرت عبداللہ بھی فن حدیث کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے، امام سفیان ثوری، اور حضرت مالک بن انس کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا، اور فن حدیث مین پوری دستگاہ حاصل کی، امام مالک کی مشہور کتاب موطا کے ایک نسخہ کے راوی عبداللہ بن المبارک بھی ہین۔

تحصیل حدیث مین حضرت عبداللہ نے جو سعی ومحنت صرف کی اور جس غیر معمولی توغل سے انھون نے کام لیا اسکا ادنی ثبوت یہ ہے کہ اس زمانہ مین علمی سلطنت کے جو مشہور مرکزی شہر تھے امام ممدوح کے پائے جہان پیمانے ان سب کا دورہ کیا تھا، تم ان مشکلات سفر کا اسوقت اندازہ بھی نہین کرسکتے جو انکو ہر ہر قدم پر پیش آئی ہونگی، مصر وشام، حجاز ویمن کے اکثر شہرون مین ان کا گذر ہوا تھا [illegible]

امام احمد بن حنبل یہ فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن المبارک کے زمانہ مین ان سے بڑھکر علم کا طالب کوئی دوسرا نہ تہا،

امام موصوف کے شیوخ حدیث کی فہرست مین تابعین مین سے ہشام بن عروہ، یحیی انصاری، سلیمان تیمی، ابن عون، موسیٰ بن عقبہ، اسمعیل بن خالد، عبدالرحمن بن یزید، اور تبع تابعین مین سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مالک، شعبہ وغیرہ ائمہ کبار کے علاوہ دوسرے بیسیون نام ہم پاتے ہین، پھر جس طرح آپکے شیوخ واساتذہ مین مشاہیر ائمہ حدیث کے نام نظر آتے ہین اُسی طرح آپکے تلامذہ اور رواۃ کی فہرست بھی سرمایۂ ناز اصحاب حدیث کے نامون سے بھری پڑی ہے، جنمین سے بعضون کے اسمائے گرامی یہ ہین، جعفر بن سلیمان، یحیی بن سعید، یحیی بن معین، داؤد عطار، ابوالاحوص، فضیل بن عیاض، ابواسحاق فزاری، ابوداؤد طیالسی، یحیی القطان، عبدالرزاق،

امام کی عام شہرت وفضیلت نے انکی بزم حدیث کو مرجع عالم بنا دیا تہا، اور اسکی شہادت صرف انکے تلامذہ اور مستفیدین کے حلقۂ درس کی وسعت سے مل سکتی ہے،

ابن المبارک کی علمی خدمت

یہ زمانہ احادیث نبوی کی اشاعت وتبلیغ کا زمانہ تہا، ہر شخص اسی خدمت کو اپنے لئے دین ودنیا کا سرمایۂ فخر سمجھتا تہا، ہر جگہ رواۃ وتلامذہ اور شیوخ احادیث کی علمی مجلسین برپا ہین لیکن جسقدر یہ سلسلہ عام اور وسیع تہا اسی لحاظ سے احادیث کی نقل وروایت مین بکثرت افراط وتفریط بھی شروع ہوگئی تھی، جسکا لازمی نتیجہ یہ تہا کہ احادیث کے ذخیرہ مین معتدبہ حصہ ضعیف اور موضوع حدیثون کا شامل ہوگیا تہا، مگر اسی افراط وتفریط کے ساتھ ساتھ اصول ضبط واحتیاط کی بنیاد بھی پڑگئی تھی اور تنقیح حدیث کی روایات کی چھان بین شروع ہوگئی تھی، جرح وتعدیل کا بازار گرم تہا حدثنا واخبرنا کا لفظ منہ سے نکلتے ہی ثبوت صحت روایت اور خود راوی کے ذاتی حالات کی تفتیش شروع ہوجاتی تھی

اس زمانہ کا کوئی راوی حدیث جب تک کہ اُسکے ضبط واحتیاط پہ پوری طرح اعتماد نہو حدیث کا کامل الفن نہ مانا جاتا تہا، اور اسکی روایت مقبول ومسلّم نہ تھی، اس بنا پر تمام اساتذۂ حدیث نے تنقید وتحقیق روایات کے لئے بہت سے اصول بنائے تھے جنکا مجموعہ آج ہمارے سامنے اصول حدیث کے نام سے موجود ہے، عبداللہ ابن المبارک نے بھی اس فن مین بہت ہی کار آمد اور صحیح ومعتبر اصول وضع کئے تھے افسوس ہے کہ اس موقع پر انکو بوضاحت لکہا نہین جاسکتا، لیکن پھر بھی چونکہ انکی علمی زندگی کا یہ زرین کارنامہ ہے اسلئے یکسر قلم انداز بھی نہین ہوسکتا، اُنکے بعض خاص اصول حسب ذیل ہین اُنسے معلوم ہوگا کہ اس فن مین شیخ ابن المبارک نے کس نکتہ سنجی سے کام لیا ہے،

امام کے بعض اصول حدیث

(۱) حدیث کی صحیح وقابل حجت ہونیکے لئے یہ ضرور ہے کہ اُسکے رواۃ ثقہ اور فقیہ ہون، فقیہ کے یہ معنی ہین کہ وہ الفاظ کی تاثیر، زبان کے قواعد ومحاورات اور مطالب کے طرز ادا سے کماحقہ واقف ہون، وہ حدیث جسکے رواۃ ثقہ ہون، مگر فقیہ نہون قابل حجت ہے لیکن قسم اول کی حدیثون سے کم رتبہ ہے،

(۲) حدیث کے قابل احتجاج ہونیکے لئے یہ ضروری ہے کہ راوی نے خود اُسکو سُنا ہو اور روایت کے وقت تک اچھی طرح محفوظ رکہا ہو۔

(۳) قرب اسناد جودت حدیث کی دلیل نہین ہوسکتا، رواۃ کی تعداد خواہ کسیقدر ہو مگر ضروری ہے کہ اُن مین سے ہر ایک ثقہ اور معتبر ہو،

(۴) روایت بالمعنی کے قائل تھے، حدیث انما المیت یعذب ببکاء الحی کو حدیث بالمعنی تسلیم کرتے تھے،

(۵) اصول ورائت کو تسلیم کرتے تھے لیکن بالعموم نہین بلکہ خاص حالتون مین،

(۶) تدلیس یعنی راوی حدیث کا اپنے شیخ کو صراحۃً ذکر نہ کرنے کے سخت مخالف تھے،

انھی چند اصول سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شیخ ابن المبارک نے اس فن کے لئے کسقدر نکتہ رس دماغ پایا تھا،

حدیث کی طرح فن فقہ مین بھی شیخ کا ممتاز پایہ ہے، ظاہر ہے کہ فقہ کی حیثیت اسلام کے مذہبی قوانین کی مزید تشریح و توضیح اور اُسکے سیاسی و ملکی انتظامات کے مجموعہ سے زیادہ نہین ہے، ضرورت مذہبی کے نقطۂ نظر سے اسکو یون سمجھو کہ ایک شخص سے نماز کا ایک رکن چھوٹ گیا اب سوال یہ ہے کہ نماز ہوئی یا نہین ایسی حالت مین رائین مختلف ہوئین، یہ ممکن نہ تھا کہ تمام ارکان و شعار مذہبی فرض قرار دیدیے جاتے اسلئے اشباہ، تفریع، حمل النظیر علی النظیر سے کام لیا گیا، یہی چیز ہے جو فقہ کہلاتی ہے، صحابہ کرام مین سے عبد اللہ بن مسعود، آپکے بعد علقمہ، اسود، اور ابراہیم نخعی یکے بادیگرے یہ خدمات انجام دیتے رہے آخر مین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا سر رشتہ اپنے ہاتھ مین لیا اور باقاعدہ شیرازہ بندی کی، امام اعظم نے فقہ کی تدوین و ترتیب کے لئے بارہ علماے کرام کی ایک باقاعدہ مجلس مرتب کی تھی، ان مین دو ارکان مجلس کے دوش بدوش حضرت عبد اللہ بن المبارک بھی شریک کار تھے،

ابن المبارک کا مرجیہ کہلانا

اسلامی فتوحات کا دائرہ جون جون وسیع ہوتا گیا اسکے حدود دائرہ مین نئی نئی قومین داخل ہوتی گئین اور اسلامی سوسائٹی مین مختلف العقاید افراد داخل ہوتے گئے تو انھی افراد کے قدرتی حالات کی بنا پر اسلامی سطح خیالات مین جو اس سے پہلے بالکل ہموار اور ساکن تھی ایک حرکت پیدا ہوئی، اس حالت نے مسلمانون کے معتقدات مین اختلافات مخربہ کی بنا ڈالی، اور ان مین جسقدر فرقے پیدا ہوئے جو اصول اسلامی مین توکم و بیش موافق ضرور تھے، لیکن انکے باہمی فروعی اختلافات نے ایک طوفان عظیم برپا کر دیا، ابن المبارک کے زمانہ مین بہت سے فرقے پیدا ہو چکے تھے، منجملہ ان فرقون کے ایک فرقہ مرجیہ نامی تھا، جسکے بعض خیالات نے درحقیقت اسلام کی بنیاد کو کھوکھلی کر دی،

تھا جو اس زمانہ کی اصطلاح عام مین اہل الراے کے نام سے پکارے جاتے تھے ان مین سے اکثر اصحاب مرجیہ کہلاے کیونکہ مرجیہ کے عقاید ان حضرات مین بھی عام طور پر مقبول تھے، اعمال جزو ایمان نہین، ایمان مین زیادتی و کمی نہین ہوتی، اور بالقصد تارک صلوۃ کافر نہین یہ خیالات خود امام اعظم مدون فقہ کے تھے، شیبان نے ایک موقع پر کہا کہ حضرت عبد اللہ ابن المبارک جبہ مین جب آپکو اسکی خبر ہوئی تو بولے کہ شیبان نے یہ جھوٹ کہا، کیونکہ مین اس فرقہ سے تین اصلی باتون مین اختلاف کرتا ہون، اول وہ ایمان قول بلا عمل کا نام رکھتے ہین، مین قول و عمل دونون کے مجموعہ کو ایمان سمجھتا ہون، دوم عمداً تارک صلوۃ کو وہ کافر نہین کہتے، مین کہتا ہون، سوم وہ ایمان کا گھٹنا بڑھنا نہین مانتے مین مانتا ہون،

قرینہ ظاہر کرتا ہے کہ اہل الراے حضرات سے میل جول اور امام اعظم کی بزم فقہ کی شرکت، ابن المبارک کے مرجیہ مشہور ہونے کا باعث ہوئی، فرقہ مرجیہ یا اہل الراے حضرات کے ان معتقدات کے ابطال و تغلیط کا یہ موقع نہین تاہم اسقدر کہے بغیر رہا نہین جاتا کہ درحقیقت انھین تخیلات نے مسلمانون کو نکما اور ذوق عمل سے ناآشنا کر دیا، شریعت محمدیہ جو نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا کے لئے ایک دعوت عمل تھی اسکو عجم کے مذہبی اقتدار نے اپنے ممتاز وصف تخیل آرائی کا مجموعہ بنا دیا،

ابن المبارک کی نسبت ارباب بصیرت کی رائین

شیخ کا پایہ انکی فضیلت علمی و خدمات اسلامی کے لحاظ سے جسقدر بلند ہے اسکی شہادت انکے معاصرین اور بعد کے فضلاے عصر کے اقوال سے ملتی ہے،

ابو اسامہ کا قول ہے کہ وہ فن حدیث مین امیر المومنین ہین، سفیان ثوری اور شعیب بن حرب کہا کرتے تھے کہ جس طرح عبد اللہ بن المبارک زندگی بسر کرتے ہین اگر ہم لوگ کوشش کرین تو ویسی زندگی تین دن تک بھی بسر نہین کر سکتے، اسود بن سالم کا قول ہے کہ ابن مبارک امام مقتدی اور تمام لوگون مین

سب سے زیادہ عامل بالسنۃ ہین، عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ ائمہ حدیث چار ہین، ثوری، مالک، حماد بن زید، ابن المبارک، ایک موقع پر انکے شاگرد نے کہا کہ اے عالم مشرق مجھسے حدیث بیان کیجیے اتفاق سے وہان پر سفیان بھی موجود تھے، انھون نے کہا یہ کیا غضب ہو کہو عالم المشرق والمغرب وما بینہما، اسمعیل بن عباس کا قول ہے کہ ما علی وجہ الارض مثل عبد اللہ المبارک یعنی ابن مبارک جیسا تمام روے زمین پر کوئی دوسرا نہین، عماد بن الحسن نے ابن المبارک کی مدح لکھی ہو جنہین کے دو شعر یہ ہین،

اذا سار عبد اللہ من مرو لیلۃ فقد سار منہا نورہا وجمالہا

جب کسی رات عبد اللہ مرو سے باہر چلے جاتے ہین تو اسکا نور وجمال یعنی رونق بھی جاتی رہتی ہے

اذا جمع الاخیار من کل بلدۃ فہم انجم فیہا وانت ہلالہا

اگر ہر شہر کے اچھے لوگ جمع کیے جائین تو وہ ستارے ہونگے اور تو ان مین ہلال

عام عادات واخلاق زندگی

شیخ ابن المبارک، کے عہد مین سادگی، اداے حقوق، حسن معاشرت جو اسلامی زندگی کی ممتاز خصوصیتین ہین عام طور پر موجود تہین، یہانتک کہ اس زمانہ مین اسلام کی معاشرتی کشش نے ایشیا کی غیر قومون پر بھی اپنا اثر قائم کر لیا تہا، یہی وجہ تھی کہ مسلمانون کے گھرانے عشرتکدے نہ بنے تھے، شیخ ابن المبارک کی زندگی جسکے جستہ جستہ واقعات زیر تحریر ہین اسلامی زندگی کے تمام محاسن کی مجموعہ تھی زمانہ کے لحاظ سے اگرچہ شیخ ابن المبارک عہد نبوی سے تقریباً ایک صدی بعد پیدا ہوے، لیکن طرز زندگی واصول معاشرت کے لحاظ سے وہ گویا عہد نبوت کی معاشرت کا ایک نمونہ تھے صحابہ کرام کے واقعات اور رسول اللہ صلعم کے حالات وسیر کو انھون نے محض بحیثیت علم کے نہین سیکہا بلکہ اپنی تمام معلومات آثار واحادیث پر عملاً بھی کاربند ہوئے، وہ اپنی وضع قطع، خوراک ولباس

قول وعمل، معاشرت وطرز زندگی ہر چیز مین رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی زندگی کی نظیر ڈھونڈھتے تھے،

مہمان نوازی جو مسلمانون کے اخلاق کا مذہبی عنصر ہے، اسمین بھی آپکا رتبہ بہت بلند تہا، وہ اپنے احباب، اعزہ، پڑوسی اور مسافرون کی بڑی خاطرداری کرتے تھے، انواع واقسام کے کہانے کہلانے کا بہت شوق تہا، ابو اسحاق طالقانی کا بیان ہے کہ مین نے دو اونٹون پر پکی ہوئی مرغیان دیکھین، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ شیخ ابن المبارک کے دسترخوان کا سامان ہے، باین ہمہ بذات خاص وہ خود اکثر روزے رکہا کرتے تھے، عام عادت تھی کہ جب کبھی کچھ کہاتے تھے تو کسی مہمان کو ضرور شریک کر لیتے تھے، ایک موقع پر اس بارہ مین اُنسے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کہانا کسی مہمان کے ساتھ کہایا جاتا ہے اللہ تعالے اسکا حساب نہین لیتا،

وقت کا اکثر حصہ تنہائی وگوشہ عزلت مین بسر کرتے تھے، بعض لوگون نے ان سے دریافت کیا کہ آپ اس طرح کیونکر تنہائی کی زندگی بسر کر لیتے ہین، آپ نے فرمایا کہ بہائی مین تنہا کبھی نہین رہتا اور میری طبیعت کسی وقت بھی نہین گھبراتی کیونکہ مین ان اوقات مین نبی صلعم اور آپکے اصحاب کرام (یعنی احادیث) کے ساتھ مشغول رہتا ہون،

جب کتب مواعظ کا مطالعہ کرتے تو اس طرح آہ وبکا کرتے کہ گویا کوئی گاے ذبح کیجا رہی ہے،

باین ہمہ علم وفضل خاکساری کا یہ حال تہا کہ جب اپنی طرف کوئی قول منسوب ہونا سنتے تھے تو خود راوی سے ملکر یا آدمی بہیجکر یہ کہلا بھیجتے تھے کہ میری ہستی کیا ہے اور مین کون ہون کہ میری باتین حفظ کیجاتی ہین اور میرا قول لکہا اور بیان کیا جاتا ہے،

مجلس کے آداب وتہذیب کا یہ حال تہا کہ ایک مجمع مین ایک شخص کو چہینک آئی اور اُس نے حسب قاعدہ اسلامی الحمد للہ نہین کہا، آپ دیر تک منتظر رہے پھر اس سے یہ کہنے کی بجاے کہ تم نے الحمد للہ کیون نہین کہا یہ سوال کیا کہ بہائی جب انسان چہینکتا ہے تو کیا کہنا چاہیے اُس نے کہا

"الحمدللہ" آپ نے جواب میں فرمایا "یرحمک اللہ" آپ کے اس جواب سے وہ اپنی غلطی کو سمجھ گیا اور
اس حسن تدبیر سے تعلیم کی ضرورت بھی پوری ہوگئی،

ایک مرتبہ شیخ نے ملک شام میں کسی شخص سے عاریتہً ایک قلم لیا تھا، وہاں سے لوٹتے
وقت اسکو واپس دینا بھول گئے، مرو پہنچکر جب یاد آیا تو پھر محض ایک قلم واپس کرنیکے لئے آپ نے
شام کا سفر اختیار کیا،

ایک مرتبہ آپ رقہ تشریف لائے وہاں اندنوں خلیفہ ہارون رشید فرمانروائے خلافت عباسیہ
بھی موجود تھا، تمام شہر آپکے اشتیاق کے لئے اُمنڈ آیا، لوگوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ جہانتک نگاہ کام
کرتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، زمین پر تل دھرنے کو بھی جگہ نہ ملتی تھی، اپنے غرفہ سے ہارون رشید
کی ایک حرم بھی اس نظارہ کو دیکھ رہی تھی، اس نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص آیا ہے، معلوم ہوا کہ
خراسان کے ایک عالم شیخ عبداللہ بن المبارک آئے ہیں، اُس نے کہا واللہ ان ھذا ھو الملک
لا ملک ھارون خدا کی قسم بادشاہ یہ ہے ہارون نہیں،

آپ نے سال کے چار حصے کر رکھے تھے، ہر حصہ میں آپکے الگ الگ مشاغل تھے کچھ دن
اپنے تجارتی کاروبار میں مشغول رہتے، چند مہینے حدیث کی تعلیم و تبلیغ میں بسر کرتے، کچھ زمانہ غزوات و
جہاد میں شرکت کا تھا اور بقیہ وقت فریضۂ حج و عمرہ کے لئے سفر کا تھا،

تجارت سے جو کچھ نفع حاصل ہوتا تھا اسے صرف اپنے مصارف پر نہیں صرف کرتے تھے بلکہ
بقدر ضرورت اہل و عیال کے مصارف نکال کر جو کچھ بچ رہتا تھا اسکو سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ،
فضیل بن عباس، محمد بن سماک، اور شیخ بن علیہ پر تقسیم کر دیتے تھے، اس طرح وہ اپنے احباب کی
پرورش و نگہداشت ہمیشہ کیا کرتے تھے،

ابن علیہ ابن المبارک کے مخصوص احباب میں تھے، دوستی و محبت بھی ایسی کہ دونوں میں

کسی طرح کی بیگانگی نہ تھی، ایک دوسرے کی جان و دولت ایک دوسرے کے لئے وقف تھی، منفعت
تجارت میں ابن علیہ کی حیثیت بالکل ایک شریک کی تھی، بظاہر حالات کسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ
دونوں بزرگوں کے یہ باہمی تعلقات کسی طرح بھی منقطع ہو سکتے ہیں مگر زمانہ کا مذاق اور ہمارے سلف
کی صحیح معیار دوستی اور محبت کا نمونہ دیکھو کہ ایک ہی واقعہ دفعتہً تمام تعلقات کو توڑ دیتا ہے اور محبت و
دوستی کی گرماگرمی پر یکایک اوس پڑ جاتی ہے،

واقعہ یہ ہے کہ ابن علیہ جو راوی حدیث، خادم دین اور عالم باعمل تھے اور انہیں اوصاف
کی بنا پر ابن المبارک کے مخلصین احباب میں داخل تھے، انھوں نے امراء اور روسا کی مجالس میں
آنا جانا شروع کیا، اور اس طرح گویا علم و فضل زہد و اتقا کو دولت و ثروت کے آگے شرمندہ کیا، عالم
واعظوں کی طرح انھوں نے وعظ گوئی کا پیشہ اختیار کیا، لوگوں کے نذر و ہدیہ کو وجہ معاش بنایا، رفتہ رفتہ
جب اسکی خبر ابن المبارک کو ہوئی تو اس درجہ برہم و رنجیدہ خاطر ہوئے کہ اب وہی ابن علیہ جو ابن المبارک کے
رفیق جان اور حبیب باصفا تھے، انکی بزم احباب میں آئے تو وہ آپکی طرف مخاطب بھی نہوئے اور
ان سے کسی قسم کی بات تک نہ کی،

ابن علیہ یہ حال دیکھکر سخت مضطرب ہوئے اور سمجھ گئے کہ اب وہ اگلی سی بات نہیں رہی،
گھر آئے تو ابن المبارک کو یہ موثر خط لکھا،

یا سیدی انی مند سنین عند یدہ وانا غریق احسانا — اے میرے سردار مدتوں سے میں آپکے بہتیرے احسانات میں جو
نکو العمیمة المتعددة التی کانت سبب حیاتی وکنت — میری حیات کا سبب تھے ڈوبا ہوا ہوں اور قسم ہے خدا کی کہ
واللہ اعدھا برکة لی ولمن یلوذ بی ففی ھذہ المرة — میں ان احسانات کو اپنے اور اپنے متعلقین کے حق میں برکت
ھجرتنی ونقصتنی عن اقرانی وغیر ذلک انی اتیت — شمار کرتا تھا، اس مرتبہ آپنے مجھکو اپنے سے جدا کر دیا اور مجھکو
الی دارک فلم تلتفت الی اصلا فظھر غضبک — میرے ہم نشینوں میں کم رتبہ بنا دیا، میں آپکے در دولت پر حاضر ہوا

علی ولم اعلم لی ذنب یکون موجبا لذلک صلا | لیکن آپنے میری طرف بالکل توجہ تک نہ کی، اسی سے مجھ پر آپکا

فیا سیدی ونور عینی واستاذی باللہ علیک | غصہ ظاہر ہوا اور میں نہیں جانتا کہ میرا کونسا قصور اس غضب کا

الا ما اخبرتنی وعرفتنی بذ بنی الذی | باعث ہوا، اے میرے سردار، اے میری آنکھوں کے نور، اے

اوجب غضبک علی وحرمانی | میرے استاذ، خدا کی قسم آپنے کیوں نہیں بتلایا کہ وہ کیا گناہ ہے

من توجہاتک واحسانک الذی | جو اس غصہ اور آپکے ان توجہات واحسانات سے جو میری انتہائی

ہو غایۃ املی، | امید ہیں محرومی کا سبب ہوا،

یہ موثر والحاح آمیز خط بھی کچھ مفید ثابت نہوا، اور آپ نے جواب میں حسب دستور اخلاقی جرأت سے کام لیکر یہ چند شعر لکھ بھیجے جنمیں انقطاع تعلقات کے سبب کو صاف طور پر بیان کردیا،

قد یفتح المرء حانوتا لمتجرہ ۔ وقد فتحت لک الحانوت بالدین

لوگ اسباب تجارت کی دکان کھولتے ہیں تم نے دین فروشی کی دکان قائم کی ہے

بین الاساطین حانوت بلا غلق | تبتاع بالدین اموال المساکین

جسکے ذریعہ سے بے روک ٹوک مسکینوں کی دولت حاصل کرتے ہو

صیرت دینک شاہینا تصید بہ | ولیس یفلح اصحاب الشواہین

تم نے دین ومذہب کو شکار کا شاہین بنایا ہے مگر یاد رکھو کہ دین کے شاہین باز فلاح نہیں پاتے

شیخ ابن المبارک طبعاً بہت دوستدار اور محبت پرست واقع ہوئے تھے، انکی یہ عادت تھی کہ جب اپنے کسی دوست کو رخصت کرتے تھے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ایک ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہوا ہے

وہون وجدی ان فرقۃ بیننا | فراق حیاۃ لا فراق ممات

اس خیال نے میرے غم کو ہلکا کردیا ہے کہ یہ جدائی زندگی کی جدائی ہے نہ کہ موت کی

ابن المبارک کے حکیمانہ مقولے

یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ انسان کے اندر ہوتا ہے وہی اسلئے باہر ظاہر ہوتا ہے، اسلئے اگر کسی شخص کے صحیح حالات وفطرت کا پتہ چلانا ہو تو اسکے لئے سب سے محفوظ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسکے اقوال پر غور کرو، اس اصول کی بنا پر شیخ ابن المبارک کے چند مقولے لکھے جاتے ہیں جن سے واضح طور پر انکا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس مذاق اور افتاد طبع کے بزرگ تھے،

زہد | "تم غیر مشہور، معمولی اور جاہ وشہرت نہ ڈھونڈھنے والے اشخاص سے ملنا پسند کرو لیکن کسی وقت ایسا کرنے پر فخر بھی نہ کرو"

"اپنے نفس سے لڑنا اور یہ دعوی کرنا کہ میں زاہد ہوں تمہارے زہد کو کھو دیتا ہے"

"زاہد ایک بادشاہ سے بڑا ہے کیونکہ بادشاہ اگر لوگوں کو اپنے قریب جمع کرنا چاہے تو اسکو جبر واکراہ سے کام لینا پڑیگا بخلاف اسکے زاہد لوگوں سے بھاگتا ہے مگر لوگ اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے"

زہد علم کے لئے شرط ہے | "کیف یدعی رجل انہ اکثر علما وھو اقل خوفا وزھدا" انسان کیونکر عالم ہونیکا دعوی رکھتا ہے جبکہ اسکے دل میں خوف وزہد کم ہے"

تواضع | "ایک شخص نے پوچھا تواضع کیا ہے آپنے فرمایا کہ اغنیا کے مقابلہ میں تکبر کرنا"

نیت اور عمل | بہت سے چھوٹے اعمال ہیں جو حسن نیت کی وجہ سے بڑے ہوجاتے ہیں اور بہت سے بڑے اعمال ہیں جو سوء نیت سے چھوٹے ہوجاتے ہیں،

بیجا شرم وحجاب | "عالم بادشاہ اور ہمجنسوں سے شرم وحجاب نکرنا چاہئے کیونکہ عالم سے حجاب کرنے میں دین کا اور بادشاہ سے دنیا کا اور اپنے ہمجنسوں سے مروت کا نقصان ہے"

علم میں بخالت | "جو شخص کسی مستحق علم سے بخالت کریگا، اللہ اسے موت دیگا یا اسکے علم کو ضائع کردیگا یا اسکو کسی سلطان وامیر کے دربار کا متبع ومحتاج بنادیگا"

تصنیفات: شیخ ابن المبارک کے اوقات کا زیادہ حصہ اشاعت وروایت حدیث اور تدوین

وترتیب فقہ پر صرف ہوتا تھا جسکے باعث انکو مستقل تصنیفات کی طرف متوجہ ہونیکا موقع ہی کب تھا،
انکے علمی مساعی کا تمامتر حصہ اصول حدیث وفن رجال وغیرہ کی مجلدات مین منضم ہے، البتہ جہاد و
زہد سے انکو خاص ذوق تھا وہ سمجھتے تھے کہ عمل جہاد اسلامی فرائض کا نہ صرف ایک مقدس دائم
جزو لاینفک ہے بلکہ اسی پر مسلمانون کی حیات ملی وشرف قومی کا دار مدار ہے، اسلئے عملاً وہ ہر سال
جہاد مین شریک ہوتے تھے، یہ سپاہیانہ جوہر فضل وکمال اور زہد واتقا کے ساتھ آخر عمر تک باقی رہا۔
اسی مخصوص ذوق کی بنا پر آپ نے جہاد کے متعلق جتنی حدیثین مروی ہین انکا ایک مجموعہ
تیار کیا تھا جو کتاب الجہاد کے نام سے مشہور ہے، اس عنوان پر اسلامی لٹریچر مین یہ سب سے
پہلی تصنیف ہے، دوسری کتاب جو کتاب الزہد کے نام سے مشہور ہے وہ بھی احادیث زہد کا مجموعہ ہے
ان دونون کے علاوہ غالباً اور کوئی مستقل تصنیف شیخ ابن المبارک کی نہین ہے،
بزم عالم مین نوے برس تک ضیا گستری کے بعد یہ شمع علم واخلاق گل ہوئی، یعنی ۱۸۱ھ مین
شیخ ابن المبارک نے بمقام ہیت وفات پائی اور وہین سپرد خاک ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

ابو الحسنات ندوی

باب التقریظ والانتقاد

فلسفۂ لیبان

(۳)

از مولانا عبدالسلام ندوی

سیاست اشتراکیت، جمہوریت، مساوات، اور حریت اگرچہ کل کی کل
سیاست ہی سے تعلق رکھتے ہین، تاہم لیبان نے جس حیثیت سے ان پر نگاہ ڈالی ہے اسکے لحاظ سے وہ
زیادہ تر فلسفیانہ، مذہبی، اور اخلاقی مباحث مین داخل ہو گئے ہین، اسلئے اس موقع پر سیاست کی صرف
اُس علمی شاخ سے بحث ہے، جسپر تمام دنیا کا نظام حکومت چلتا رہا ہے، چل رہا ہے اور آیندہ بھی چلتا رہیگا،
اس قسم کے علمی اور سیاسی مسائل مین اسوقت تین مسئلون پر عموماً بحث کیجاتی ہے،

(۱) مختلف قومون پر کس طرح حکومت کیجا سکتی ہے، اور دنیا کی کس قوم نے ان پر کامیابی کے ساتھ حکومت
کی ہے؟

(۲) نو آبادیون کا طرز حکومت کیا ہونا چاہیئے، دار السلطنت سے مختلف یا اسکے موافق؟

(۳) اسوقت دنیا کے نظام حکومت مین جو انقلاب ہو رہا ہے یا ہوا ہے، اس سے کیا مختلف نتائج پیدا
ہوئے ہین یا کن نتائج کے پیدا ہونیکی توقع ہے؟

لیبان نے ان تمام مسائل پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اسکے نزدیک مختلف قومون کا
محکوم بنا لینا نہایت آسان ہے، ہندوستان اسی قومی اختلاف کی بنا پر تمام دنیا کا حلقہ بگوش رہ چکا ہے کیونکہ
"ہندوستان مین دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی اور قومی اتحاد نہین پیدا ہوا اسلئے

"وہ اُس زمانہ سے آج تک غیر قومون کا جولانگاہ بنا ہوا ہے، ہر قوم وہان نہایت آسانی سے حکومت قائم

کر لیتی ہے"

لیکن اسکے ساتھ

"وہ نہایت آسانی کے ساتھ اسکے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہے"

کیونکہ

"ان مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین جمع ہونا سخت مشکل ہے دنیا کی

تاریخ بتاتی ہے کہ جن لوگون نے اس قسم کی مختلف قومون پر حکومت کرنا چاہا ہے وہ خود مٹ گئے ہین"

لیبان کے نزدیک اس قسم کی مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنیکا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انکے تمدن انکے مذہب، اور انکے نظام اخلاق سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، قدیم زمانہ مین سلاطین مغلیہ نے اسی طریقہ سے ہندوستان پر کامیاب حکومت کی تھی، اور موجودہ قومون مین صرف انگریز اس اصول پر عمل کر رہے ہین چنانچہ لکھتا ہے،

"ہندوستان مین مغلون اور انگریزون نے ایک طویل زمانہ تک بے شبہہ حکومت کی ہے لیکن

اسکی وجہ یہ ہے کہ خود ان اجنبی سلطنتون نے اپنی سیاسی روشن ضمیری سے ان قومون کے اخلاق و عادات کا

ادب و احترام کیا ہے اور انکو اپنے مذہب اور قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنیکی آزادی دی ہے"

دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

تمام موجودہ قومون مین صرف انگریزون اور ہالینڈ کے باشندون کے سامنے ایشیا کی مختلف

قومون نے اپنی اپنی گردنین جھکادی ہین، لیکن انکو یہ کامیابی صرف اسلئے حاصل ہوئی ہے کہ انھون نے

کسی قوم کے مذہب اور اخلاق سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا ہے، بلکہ انکو اس قسم کی آزادی عطا کی ہے

جسکی وجہ سے گویا وہ خود اپنے اوپر حکومت کر رہے ہین، حکومت کا اثر صرف ٹکس، تجارت اور امن وامان تک

محدود ہے، مذہب اور اخلاق پر اُسکا کوئی اثر نہین ہے، لیکن مسامحت اور بے تعصبی کی ان مستثنیٰ اور

قلیل الوجود مثالون کے سوا کوئی ایسی عظیم الشان سلطنت جو مختلف قومون پر مشتمل ہو، بجز قوت کے

قائم نہین رہ سکتی، اور قائم ہونے پر بھی قوت کی زوال پذیری کے ساتھ ہمیشہ فنا ہوجانے کے

خطرہ مین مبتلا رہتی ہے،

لیکن جس آزادی کے ساتھ ان مختلف قومون کے عقاید، مذہب، تمدن، اور نظام معاشرت کی حفاظت کرنی چاہیئے، اسی طرح خود اپنی قومیت کے تمام عناصر کا تحفظ ہر قوم کا قومی فرض ہے، اس بنا پر انگریزون نے ہندوستانی قومون سے ابتک جو اجنبیت قائم رکھی ہے وہ سیاسی اور قومی مصالح کے لحاظ سے کوئی قابل اعتراض شے نہین کیونکہ

"اگر انگریز اس معاملہ مین سہل انگاری سے کام لیتے تو ہندوستان کی سلطنت انکے ہاتھ سے

کب کی نکل چکی ہوتی،

آرین قوم نے ہندوستان مین اپنی قومیت کو اسی طریقہ سے آج تک محفوظ رکھا ہے ورنہ

"اگر قومی تعصب نے آریون کی قومیت کو محفوظ نہ رکھا ہوتا تو جس زمانے مین انکی ایک مختصر تعداد نے

ہندوستان پر حملہ کیا تھا اسیوقت انکا قومی نظام درہم برہم ہوجاتا، اور انکو وہ سیاہ فام قوم نگل گئی

ہوتی جو چاروں طرف سے انکا احاطہ کئے ہوے تھی، اسلئے آج جزیرہ نماے ہند مین تمدن کا وجود نظر آتا"

نوآبادیون کے طرز حکومت کے متعلق آج تمام دنیا ہمزبان ہوکر یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ اُسکو ٹھیک دار السلطنت کے موافق ہونا چاہیئے، جو قوانین وہان جاری ہین اُنکو یہان بھی نافذ کرنا چاہیئے جو حقوق دار السلطنت کے باشندون کو حاصل ہین وہی نوآبادیون کی رعایا کو بھی حاصل ہونے چاہئیں، آج یورپ تمام دنیا کی قسمت کا مالک ہے، اور دنیا کی تمام بڑی بڑی نوآبادیان یورپین قومون کے ہاتھ مین ہین اسلئے اس مطالبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "تمام دنیا کا نظام حکومت یورپ کے قالب مین بدل دینا چاہیئے" لیکن لیبان اس

مطالعہ کا سخت مخالف ہے، اسکے نزدیک کسی قوم کے عقاید، مذہب، جذبات وخیالات، معاشرت اور تمدن، نظام حکومت کے تابع نہین ہین، بلکہ خود نظام حکومت ان کا پرتو ہے، چنانچہ لکھتا ہے

"ٹاکویل اور دوسرے اکابر فلاسفہ کا خیال ہے کہ قومون کے تمام انقلابات وتغیرات نظام حکومت کا نتیجہ ہوتے ہین، لیکن میرا خیال بالکل اسکے برعکس ہے، چنانچہ ٹاکویل نے جن قومون کے حالات سے بحث کی ہے، مین خود انہین حالات کو استدلالاً پیش کرکے یہ ثابت کرسکونگا کہ تمدن پر نظام حکومت کا بہت کم اثر پڑتا ہے، اور وہ (یعنی نظام حکومت) زیادہ تر معلول اور علت بہت کم ہوتا ہے۔"

اس بنا پر اگر ملک مین قومی حکومت قائم ہے تو اسکا نظام خود بخود اسکے جذبات کے قالب مین ڈھل جاتا ہے، اور اگر کوئی غیر قوم اُسپر حکمران ہے تو خود اس قوم کا نظام حکومت اُسکے لئے موزون نہین ہوسکتا، بلکہ اسکو ٹھیک محکوم قوم کے جذبات وخیالات کے مطابق قائم ہونا چاہیے کیونکہ

"اگر حکومت کسی قوم کو اُسکے جذبات وخیالات کے مخالف تکلیف مالایطاق دینا چاہتی ہے تو وہ اسکا جوا اپنے کندھے سے اُتار کر پھینکدیتی ہے، ہر حکومت کا وجود قوم کے جذبات وخیالات کا آئینہ ہوتا ہے، اور اسلئے کسی نظام حکومت کو کلیتہً اچھا یا برا نہین کہا جاسکتا، شاہ دہومی جس قوم پر حکومت کرتا تھا اسکے لحاظ سے اُسکا طرز جہانبانی نہایت موزون تھا، لیکن آج یورپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ نظام حکومت اُسکے لئے موزون نہین ہوسکتا۔"

اسلئے نفسانی حیثیت سے ہر قوم اور ہر ملک کا نظام حکومت اور آئین جہانبانی قدرتی طور پر مختلف ہونا چاہیے

"لیکن بدقسمتی سے آج مدبران سیاست اس سے بالکل ناواقف ہین اور اسلئے انکا خیال ہے کہ حکومت ایک تجارتی مال ہے جسکو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے اور جو

نظام حکومت وارد سلطنت کا ہے اسی اصول پر نوآبادیون مین بھی حکومت کیجاسکتی ہے، لیکن یہ خیال اسی قدر غلط ہے جسقدر ایک شخص مچھلی کو اس غلط دلیل کی بنا پر ہوا مین زندہ رکھنا چاہتا ہو کہ دنیا کے تمام جانور ہوا مین سانس لیتے ہین۔"

لیبان کا یہ خیال اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے صحیح ہے لیکن عملاً اسکو ثابت کرنا چاہیے کہ محکوم قوم حکمران قوم کے جذبات وخیالات سے بالکل غیر متاثر رہتی ہے، یہ اگرچہ جیسا کہ اس نے لکھا ہے بالکل سچ ہے

"کہ ایک حبشی یا ایک جاپانی تمام ڈگریان حاصل کرنیکے بعد بھی اخلاقی حیثیت سے ایک معمولی یورپین کی بھی ہمسری نہین کرسکتا، وہ دس برس کی مدت مین ان تمام علوم وفنون کو حاصل کرسکتا ہے جنکو ایک انگریز حاصل کرتا ہے لیکن وہ ہزار برس مین بھی عملی طور پر انگریز نہین بن سکتا۔"

تاہم اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ خود یورپین حکومتون کے اثر سے مشرق مین کم از کم ہر مشرقی آدمی قدرتی طور پر یورپین یا انگریز بننے کی کوشش کرتا ہے، اور ایک مدت کی مشق کے بعد کسیقدر بن بھی جاتا ہے، خود یورپ نے مشرق مین جو نظام حکومت قائم کیا ہے، اسمین بہت کچھ یورپین جذبات وخیالات کی جھلک پائی جاتی ہے، اور نظام حکومت اگرچہ

"زیادہ تر معلول اور علت بہت کم ہوتا ہے"

تاہم کلیتہً اسکی قوت فاعلی سے لیبان کو بھی انکار نہین، جیسا کہ خود اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے خود اس نظام حکومت نے مشرقی جذبات وخیالات مین بہت کچھ تغیر پیدا کردیا ہے، بعض یورپین قومین اگرچہ لیبان کے خیال کے موافق نہایت "دور اندیشی" کے ساتھ مفتوح قومون سے الگ تھلگ رہتی ہین تاہم انکو سیاسی ضرورتون سے کچھ نہ کچھ مفتوح قومون سے میل جول پیدا کرنا ہی پڑتا ہے، جس سے دونون قومون کا نظام اخلاق متاثر ہوتا ہے، ان تمام چیزون کے مجموعی اثر نے مشرقی اور مغربی اخلاق مین بہت کچھ ہمرنگی پیدا کردی ہے، اسلئے اگر یورپین نظام حکومت نوآبادیون کے لئے کلیتہً

موزون نہین ہو سکتا، تو کم از کم یہ مطالبہ بھی کلیتہً ناموزون نہین کہا جا سکتا،

اسوقت نظام حکومت مین جو تدریجی تغیرات ہو رہے ہین اور ان تغیرات کے ذریعہ سے جو مختلف نظام حکومت قائم ہوتے جاتے ہین اُنکے نتائج دنیا کے لئے نہایت خوشگوار ہین، اگر ایک حکومت شخصیت واستبداد کی تنگ فضا رسے نکل کر جمہوریت کے وسیع میدان مین قدم رکھتی ہے تو دنیا سمجھتی ہے کہ اس نے حبس دوام سے آزادی پائی ہے، اگر کسی ملک مین اشتراکی نظام حکومت قائم ہوجاتا ہے تو لوگون کو دنیا ہی مین جنت میسّر آجاتی ہے، لیکن لیبان کے نزدیک یہ تمام نتائج صرف ایک دل خوش کن خواب ہین، حکومت کوئی قالب اختیار کرے نتیجہ سب کا ایک ہی ہی چنانچہ لکھتا ہی

اگرچہ بظاہر چند سالون مین فرانس کا نظام سیاست بالکل بدل گیا ہے اور سیاسی فرقون مین سخت مغائرت پیدا ہوگئی ہے، لیکن اگر ہم ان متناقض خیالات کا بغور مطالعہ کرین اور ان سیاسی فرقون کے متعلق جنمین ہمیشہ جنگ قائم رہتی ہے دقت نظری سے کام لین تو معلوم ہوگا کہ ان سبکی حقیقت ایک ہے، انتہا پسند، شخصیت پرست، سوشلسٹ، غرض تمام فرقے مختلف رنگ کی جھنڈیون کے نیچے ایک ہی منزل کی طرف جا رہے ہین اور سب کا نصب العین صرف یہ ہی کہ افراد کو حکومت کیے اندر فنا ہوجانا چاہیئے، ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ قوت ونفوذ سلطنت کے دامن مین اسطرح سمٹ آجائین کہ ہر چیز کی باگ اسکے ہاتھ مین آجاے سلطنت ہی ہر چیز کو ترتیب دے اُسیکی طرف تمام چیزین سمٹ آئین، معمولی سے معمولی جزئیات کے متعلق بھی وہ افراد کی زندگی کو قانونی شکنجہ مین جکڑ دے اور انکو سوچنے اور سمجھنے کی تکلیف سے بچالے، لیکن دوسری طرف اُنکو ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ سلطنت انکو تمام دنیا کے جھگڑے بکھیڑے سے نجات دلاے، بادشاہ، شہزادہ، امپرر، پریسیڈنٹ غرض عنان حکومت کسی کے ہاتھ مین ہو لیکن مقصد سب کا ایک ہے، پس ایک طرف تو ہمارے نظام عصبی کا تموج اور ہمارا آسانی کے ساتھ بدلنے والا مذاق ہمسے کہتا ہے کہ کاش اس حکومت کے بجاے جو ہر وقت اپنا سیاسی نظام بدلتی رہتی ہے کوئی دوسری حکومت ہوتی تو ہماری حالت

بہتر ہوجاتی، دوسری طرف سے مردون کی آوازین آتی ہین کہ ہم صرف الفاظ اور ظاہری قالب مین تبدیلی پیدا کرتے ہین"

لیکن ان صور ہاے مختلفہ اور قالبہاے گوناگون کا مادہ وہی قدیم استبداد اور شخصیت ہی چنانچہ

"شورش فرانس کے بعد جو نظام حکومت قائم ہوا، اسکو اگرچہ ہمارے قدیم نظام سے بظاہر کوئی شباہت نہین ہے، لیکن درحقیقت اس نے غیر محسوس طور پر شخصی حکومت کا قالب اختیار کرلیا اسلئے اُس نے قدیم نفوذ وقوت کو اور بھی محدود کردیا، × × × × شورش سے پہلے فرانس مین جو حکومتین قائم ہوئین اُن مین سب سے زیادہ قدیم خود وہ نظام حکومت ہے جو شورش کے بعد قائم ہوا اگرچہ تقریباً ایک صدی سے مختلف طرز کی حکومتین قائم ہوتی رہین لیکن ان مین کوئی بھی قدیم نظام کو نہ بدل سکی، کیونکہ جو انقلاب قانون طبعی کے مطابق ہوتا ہے اسکا قدرتی نتیجہ یہی ہے اور سلاطین کی شخصی تقلید جس نے قوم کی رُوح کو غلام بنالیا ہے ہمیشہ اسی طرح قائم رہیگی"

بلکہ جمہوریت کے قالب مین ڈھل کر استبداد نے اور بھی زیادہ خطرناک صورت اختیار کرلی ہی کیونکہ

"جب سے حکام وامرا کے طبقے کو ملازمت پیشہ لوگون سے بدلدیا گیا ہے، ایک ایسا جمہوری نظام قائم ہوگیا ہے جو قدیم نظام سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ اسمین کوئی سیاسی انقلاب نہین پیدا ہوسکتا، اسکے نتائج کی ذمہ داری کسی خاص شخص پر عاید نہین ہوتی، اور اسکی ستمر زندگی سے روز بروز اسکا بول بالا زیادہ ہوتا جاتا ہے اور یہی وہ خصوصیات ہین جو ایک شخصی حکومت کا خاصۂ لازمی خیال کی جاتی ہین"

• ممکن ہے کہ فلسفیانہ حیثیت سے یہ صحیح ہو لیکن عملاً صحیح نہین ہے، غلامی بلے شبہہ ہر حالت مین قائم رہیگی لیکن کیا ایک غلام ہر آقا سے یکسان طور پر راضی رہ سکتا ہے؟ انسان کی اصلی راحت خود اُسکے ضمیر اسکے کانشنس اور اُسکے فطرتی مذاق کے اندر موجود ہے، اسلئے جو نظام اُسکے آسانی سے بدلنے والے

مذاق کے موافق قائم ہوگا وہی اُسکا قبلۂ مقصود ہوگا، اسلئے جہانتک سیاست کا تعلق انسان کی راحت رسانی سے ہے نتائج بالکل مختلف ہین،

ان اصولی مباحث کے علاوہ لیبان نے سیاست کے لبعض عملی اور جزئی مسائل پر بھی راے زنی کی ہے، ان مسائل مین سب سے زیادہ اہم مسئلہ ان مہاجرین کا ہے جو تلاش معاش مین وطن مالوف کو خیرباد کہکر اجنبی ممالک مین قدم رکھتے ہین، تمدن جدید نے ایک طرف تو تمدنی ضروریات مین نہایت وسعت پیدا کردی ہے، دوسری طرف ذرایع معاش کو بالکل محدود کردیا ہے، اسلئے ہرطرف سے انسانی جماعت کا ٹڈی دل زور شور سے اُٹھتا ہے اور سرسبز وشاداب ممالک پر گرتا ہے، یورپ جس کے ہاتھ مین اس قسم کے تمام مقامات ہین، ان غریب زدہ لوگون کے ساتھ مختلف طرزعمل اختیار کیا ہے، ایک طرف تو وہ سفید رُو انسانون کی راہ مین ہرقسم کی آسانی پیدا کرتا ہے، دوسری طرف سیاہ فام لوگون کی راہ مین آہنین کو سدِ راہ بناتا ہے، موجودہ سیاست کا تمامتر دارومدار خودغرضی پر ہے، اسلئے اخلاقی حیثیت سے لیبان کے نزدیک یہ ایک مفید "بداخلاقی" ہے،

لیکن لیبان فلسفیانہ حیثیت سے اس بنا پر اس بداخلاقی کے جواز کا نتیجہ بتاتا ہے کہ اگر ان موقعون پر فیاضانہ طریقہ پر غیر قومون کا خیرمقدم کیا جاے تو اس سے مختلف قومون مین اختلاط و امتزاج پیدا ہوتا جس سے انکی قومی خصوصیات فنا ہوجاتے ہین،

لیبان اس قومی اختلاط کو "مصالحت آمیز غارتگری" سے تعبیر کرتا ہے، اور اسکے نزدیک رومن قوم کے عظیم الشان تمدن کو برابرہ کے اسی اختلاط نے برباد کردیا، چنانچہ لکھتا ہے،

اگرچہ سلطنت روم پر بربر غارتگری کا آغاز پہلی صدی عیسوی سے ہوچکا تھا اور آخرکار وہ لوگ اسکو نگل بھی گئے، تاہم درحقیقت انھون نے رومن تمدن کو مردہ نہین کیا بلکہ اُسکے قائم رکھنے کی کوشش کی، اور اگر یہ فرض کرلیا جاے کہ برابرہ نے رومیون سے جنگ نہین کی بلکہ صرف اُن کے ساتھ آہستہ آہستہ میل جول پیدا کرنا شروع کیا اور اس طرح رومیون کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی، تب بھی تاریخی روش مین کوئی تغیر نہ پیدا ہوگا اور نتیجہ وہی ہوگا جو اوپر گذر چکا ہے یعنی صرف یہ اختلاط اگر سلطنت روم کی بنیاد متزلزل نہ کردیتا تو کم از کم اسکی روح کو تو ضرور فنا کردیتا،

لیبان کے نزدیک مہاجرت کی صورت مین یہ "مصالحت آمیز غارتگری" پھر شروع ہوگئی ہے جو تمام یورپین تمدن کو عنقریب برباد کرنیوالی ہے، چنانچہ اگرچہ

"آج تمدنی وسعت کی بنا پر یہ عام خیال پیدا ہوگیا ہے کہ بربر کا زمانہ گذر گیا، اور اُنھون نے وسط ایشیا اور افریقہ مین اقامت اختیار کرلی، اب انکو کوئی قابل لحاظ توم قرار نہین دیا جاسکتا ان کا ڈر جو کچھ ہے صرف اقتصادی حیثیت سے ہے کہ وہ اُسکی کے لئے ہم سے لڑتے بھڑتے رہتے ہین، بے شبہہ ہم بھی ان قدیم بربرون سے بحث نہین کرتے، لیکن گفتگو اُن بربرون کے متعلق ہے جنکو ہم اپنے آپ سے دُور سمجھتے ہین حالانکہ وہ رومن شہنشاہی کے بربرون سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہین، ایک طرف تو ہمارا تمدن نہایت کثیرالاجزا رشاخ در شاخ اور گرہ در گرہ ہوگیا ہے اور جیسا کہ ہم اُوپر لکھ آئے ہین افراد کے درمیان بہت زیادہ فرق مراتب پیدا ہوگیا ہے، دوسری طرف ہر قوم مین اُن غیر متمدن افراد کی کثرت ہوتی جاتی ہے جو اس ترقی یافتہ تمدن کے متحمل نہین ہوسکتے، یہ قومی ضعف روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اس مین وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے اور عنقریب اس غارتگری کا دور شروع ہونیوالا ہے، ان جدید برابرہ نے تارک الوطن ہوکر ولایات متحدہ امریکہ کو لوٹنا شروع کردیا ہے اور اس عظیم الشان توم کا تمدن انکی وجہ سے معرض خطر مین ہے، جب مہاجرت کا رواج کم تھا اور تارک الوطن لوگ صرف انگریز ہوتے تھے تو امریکہ کی زمین نہایت آسانی کے ساتھ انکو جذب کرلیتی تھی اور انگریزون ہی کی مہاجرت نے

امریکہ کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا، لیکن آج تو امریکہ مین غیر متمدن قومون کا ایک سیلاب آگیا ہے اور اسکی سرزمین نہ انکو جذب کرنا چاہتی اور نہ جذب کر سکتی "

فرانس کو اس سیلاب کا خطرہ اور بھی زیادہ ہے وہان نہ تارک الوطنون کو فوجی خدمت پر مجبور کیا جاتا، اور نہ ان سے ٹکس لیا جاتا، نہ انکی روک تھام کے لئے قوانین وضع کئے جاتے اسلئے پست درجہ کے لوگ نہایت کثرت سے فرانس کا رُخ کرتے ہین اور اُسکا فطری جذبۂ محبت انکا خیر مقدم کرتا ہے لیکن اسکا کیا علاج ہے ؟

"گذشتہ قومون نے الہامی طور پر اجنبی قومون سے نفرت کرنا سیکھا تھا "

لیکن اب الہامی قوت بالکل بیکار ہوگئی ہے اور اقتصادی مسائل کی پیچیدگی سے یہ سیلاب کلیتہً روکا بھی نہین جا سکتا، البتہ مختلف مہذب ذرایع سے اسکا سد باب کیا جا سکتا ہے اور وہ لیبان کی راے مین حسب ذیل ہین،

(۱) تارک الوطنون کو جبریہ فوجی خدمت پر دو برس کے لئے مجبور کرنا چاہیئے،

(۲) جو شخص اس مدت کے اضافہ پر راضی ہو اسکو مالی معاوضہ دینا چاہیئے،

(۳) ان مین ہر شخص کی آمدنی پر ٹکس لگانا چاہیئے،

لیبان نے فلسفہ کے نقشہ مین اس موقع پر فرانس کے فطری اقتضاے محبت کو بالکل خیرباد کہدیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"جو پریسیڈنٹ اس قسم کا قانون پاس کر دے وہ اس امر کا مستحق ہے کہ دائمی یادگار کی طور پر اسکا اسٹیچو قائم کیا جائے"

لیکن لطف و محبت، احسان و کرم، حلم و تحمل، فیاضی اور ایثار نفسی اور سب بالاتر انسانیت بھی تمدن کا لازمی جز ہے اور اسلام نے اسی کو تمدن کا آب و رنگ قرار دیا ہے اور اسی لئے تمام دنیا کو اپنی آغوش مین لیلیا ہے،

(باقی)

ادبیات

مساوات پسندی

حضرت عائشہؓ وہ شمعِ حرمِ نبوی — جن سے روشن ہی کاشانۂ پیغامبرِ رسول

مدح مین جنکی ہین انگشت بلب اہل کمال — وصف مین جنکے ہین حیرت زدہ اربابِ عقول

علم کا جنکے یہ عالم تہا کہ اصحاب کبار — بیشتر قول سے انکے نہین کرتے تھے عدول

جنکو خالق نے عطا کی تھی طلاقت بے مثل — جنکی باتین تہین کہ تھے باغ فصاحت کے وہ پہول

جنکی پاکیزگی نفس کا قرآن ہے گواہ — سورۂ نور کا دیکھو تو یہی شان نزول

جنکا دربار نبوت سے تہا صدیقہ لقب — جنکو کہتے تھے پیمبر از محبت سے رسول

جنکا آغوش تہا بالینِ پیمبر دمِ نزع — جنکے حجرہ مین ہوے دفن رسولِ مقبول

جو تہین دنیا مین بھی اور جنتِ فردوس مین بھی — حرم فخر رسل ہونگی علے رغم جہول

انکو ملتا تہا وظیفہ جو گذارے کے لئے — جسپہ تہا عہدِ رسالت سے برابر معمول

خرچ کو انکے وہ کافی نہین ہوتا تہا مگر — فقر سے نہین تہین وہ دلگیر نہ فاقہ سے ملول

عہد مین اپنے جو فاروق نے دیکھا یہ حال — کردیا انکے وظیفہ مین اضافہ معقول

لیکے جب اسکو گئے حضرتِ صدیقہ کے پاس — بولین مین کر نہین سکتی ہون اضافہ کو قبول

جملہ ازواج کو حضرت نے مساوی رکھا — اب یہ تفریق مدارج ہی بہم ان مین فضول

اپنی ہمچشمون سے کچھ بڑہ کے نہ لونگی ہرگز — مین نہ توڑونگی مساوات کا پاکیزہ اصول

اہلبیتِ نبوی پر ہو خدا کی رحمت
جن سے امت مین ہوے ایسے فضائل منقول

[illegible]

غزل فارسی

نواب حسام الملک سید محمد علی حسن خان طاہر

خود را نہ پرستیدہ عرفان چہ شناسی
کافر نشدی لذت ایمان چہ شناسی

بیرون ننہادی قدمے از در خانہ
آویزش خار سر دامان چہ شناسی

یک جرعہ ز سر چشمہ فطرت نہ چشیدی
گوہر شدن قطرہ نیسان چہ شناسی

چون گرم رو بادیہ عشق نہ گشتی
ذوق خلش خار مغیلان چہ شناسی

ہر خیر خیر است نہ ہر شر ہمہ شر است
نیرنگی این عالم امکان چہ شناسی

جمعیت دل ہمسر صد لشکر شاہی است
سامان من بے سر و سامان چہ شناسی

شرمندہ حاجت پئے یکجان نتوان بود
احسان طلبی! آفت احسان چہ شناسی

درمان دلم از تو و ہم درد من از تست
عاشق نشدی درد ز درمان چہ شناسی

طاہر ز طلب دست مکش وسوسہ بگزار
دشوار چہ دانی و آسان چہ شناسی

نخواہد تحاد عشق ز رسم و کام می خواہم
بلے دیوانہ ام گر نامہ و پیغام می خواہم

ز شان مقتدائی فہم ذوق عاشقی دور است
مبارک آفرین شیخ من دشنام می خواہم

خمار حب دنیا را شکستن فرض عشق آمد
ازان من صبوح صد میخانہ در یک جام می خواہم

ترا با نام حق کار است زاہد کار من با حق
تو از اسلام میگوئی و من اسلام می خواہم

بہر گبر و مسلمان می ز نم حرفے ز حسن او
من این تعلیم گاہ عشق وقف عام می خواہم

گزار یاد بے نگیران خستہ ام از قطع عمر خود
ز راہ دوری آیم دمے آرام می خواہم

بباید لقمہ تر بہر زاہد تا بر ہ آید
برائے خشک مغزان روغن بادام می خواہم

بدہ در گوشہ دل طاہر آشفتہ را جائے
نہ من تعظیم می جویم نہ من اکرام می خواہم

مطبوعات جدیدہ

ہشت بہشت، سلسلہ کلام خسرو کا نیا حلقہ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری استاذ دینیات علی گڈھ کالج کے زیر تنقید و تصحیح شائع ہوا ہے، ہشت بہشت، خسرو کی تمام مثنویون مین سب بہتر ہے، لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ شائع شدہ "ہشت بہشت" اپنی تنقید و تصحیح مین گذشتہ مثنویون کے مقابلہ مین سب سے زیادہ قابل رشک ہے، مقدمہ کے زور عبارت اور طرز بیان مین ہم رنگی نظر نہین آتی حسب دستور مقدمہ کا زیادہ حصہ اصل متن پر بحث و تنقید سے زیادہ عام فارسی شاعری کی تاریخ اور دیگر عمومی بیانات پر مشتمل ہے، اسکو گویا شعر العجم کی تین جلدون کا خلاصہ سمجھنا چاہیئے مقدمہ کے دوسرے حصہ مین ہشت بہشت پر کچھ صفحات لکھے گئے ہین، پوری کتاب کی قیمت باختلاف کاغذ لعہ، اور صہ ہے، طلبہ اور مدارس کے لئے نصف قیمت، مقدمہ کتاب جو ۱۶۰ صفحون پر ہے الانہار کے نام سے الگ بھی چھاپا گیا ہے، قیمت عہ، پتہ: علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ،

پریم پچیسی، اردو فسانہ نویسی مین منشی پریم چند نے ہماری زبان مین بڑی شہرت حاصل کی ہے، پریم پچیسی حصہ اول و دوم انکے چھوٹے چھوٹے اخلاقی افسانون کا مجموعہ ہے، اور پڑھنے کے لائق ہے، قیمت ہر حصہ ۱۲ ر، پتہ: زمانہ پریس کانپور،

طریق دولتمندی، اقتصادیات، زرعیات اور مالیات پر سہل و آسان عبارت مین چھوٹے چھوٹے مضامین کا مجموعہ مولفہ حکیم بانکے لال نگم، متیج، رسالہ چھوٹی تقطیع کے ۱۴۰ صفحہ مین تمام ہوا ہے، نہایت مفید دکار آمد ہے، قیمت ۵ ر،

خیالات جلیل، مولوی سید ابو المعالی جلیل احمد نصیر آبادی، یادگار سادات نصیر آباد نے نصائح و مواعظ مذہبی پر یہ رسالہ لکھا ہے، کچھ صفحات مین ضروری فقہی مسائل اور نکات تصوف بھی

لکھے ہین، آغاز رسالہ مین اپنے خاندان کا کچھ حال لکھا ہے، کتاب عامۂ اہل اسلام کیلئے مفید ہے

ضخامت ۵۰ صفحہ، قیمت ۵ر، جلیل منزل، نور محل بھوپال،

درد دل، اردو کے مشہور قومی شعراء کے بعض منتخب کلام کا مجموعہ، انتخاب مین وہ اشعار لئے گئے ہین جو قومی اور مذہبی درد سے لکھے گئے ہین، ابھی حصہ اول شایع ہوا ہے جناب محفوظ الکریم صاحب کلیم نے اسکا انتخاب کیا ہے، لکھائی چھپائی بہتر، قیمت ۴ر، پتہ: ایس اے احمد جامع مسجد جبلپور،

درویش جنتری، ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء و ۱۹۱۹ء کی درویش جنتری میرٹھ سے حسب دستور شایع ہوئی ہے، اس جنتری کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمین عام فقہی ضروریات اور مذہبی مسائل پر ضروری مضامین ہوتے ہین، قیمت ۴ر پتہ: مکتبۂ قادریہ، میرٹھ صدر،

جلد سوم	ماہ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۸ء	عدد ششم

مضامین